وہ سرورِ کشورِ رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے



# قصیدۂ معراجیہ

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت
الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہٗ

بمع مختصر شرح

شارح
فضیلۃ الشیخ علامہ عاصی بغدادی مدظلہ العالی

انجمن ضیاء طیبہ

عُبَیْدِ غَوْثُ وخَواجَہ، رَضآ وَکُل اَولِیآء
مُحَمَّدْ جَمَالُ الدِّیْنْ خَانْ قَادِرِیْ رَضْوِیْ
ضِلَعْ بَہرَائِچ شَرِیْف یُوْ. پِیْ. اَلہِنْدْ
مُوْبَائِل نَمبَر +917860520899

ضیائی سلسلہ اشاعت : 107

نام کتاب : قصیدۂ معراجیہ بمع مختصر شرح

مصنف : اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

شارح : فضیلۃ الشیخ علامہ عاصی بغدادی مدظلہ العالی

حواشی : علامہ مفتی عبد الرحمٰن قادری

صفحات : 104

تعداد : 1100

سنِ اشاعت : رجب المرجّب ۱۴۴۱ھ / مارچ ۲۰۲۰ء

پروف ریڈنگ : ندیم احمد ندیم نورانی

سرورق : محمد مدثر اکرام قادری

طباعت :

ہدیہ :

ناشر : ضیائی دار الاشاعت، انجمن ضیائے طیبہ

**Anjuman Zia-e-Taiba** انجمن ضیاءِ طیبہ

*E-mail: info@ziaetaiba.com, Url: www.ziaetaiba.com*

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(ترجمۂ کنزالایمان)

# تمہیدی کلمات

(انگریزی) انگلش کا ایک عام لفظ ہو تو قاموس کھولنے پر ایک ہی لفظ کے کئی معنیٰ ملتے ہیں۔ اب یہ ترجمہ اور شرح کرنے والے کی فہم پر منحصر ہوتا ہے کہ وہ سیاق وسباق کو مد نظر رکھتے ہوئے کس معنیٰ کو چنتا ہے جو کہنے والے کے تاثرات کو اس کے حقیقی معنیٰ کے قریب تر پہنچا دے۔

شعر وشاعری کی شرح اس سے مختلف ہے، یہاں صرف لغت ہی نہیں بلکہ شاعر کی شخصیت اور اس کے مزاج سے واقف ہونا بھی بے حد ضروری ہے۔ ایک بار چند احباب نے حضرت قطبِ مدینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں عرض کی کہ زید اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کلام نہیں پڑھتے، حضرت نے فرمایا اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کلام پڑھنا ہر ایک کے بس کا کام نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر پڑھنے والا ضروری نہیں کہ کلام کے معنیٰ و مطالب سے بھی آگاہ ہو۔

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شاعری کو دو جہتوں سے دیکھا جائے تو ایک جہت کو سمجھنا تو بہت آسان اور ہر سنّی مسلمان کو حاصل ہے وہ یہ کہ ہر شعر شریعت کی حدود کا پاس رکھتے ہوئے عشقِ حقیقی کا جام پلاتا ہے، لیکن دوسری جہت نہ

صرف عوام الناس بلکہ اہلِ علم کو بھی سمجھنا ایک دشوار امر ہے، لیکن اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اپنے بندوں کو علم سے مستفید کرنے کے لیے چند بندے چن لیتا ہے۔ اس دورِ کسمپرسی میں اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے کلامِ رضا کو سمجھانے کے لیے ایک گوہرِ نایاب مولانا عاصی بغدادی ضیائی کی صورت میں عطا فرمایا ہے۔ آپ دامت برکاتہم العالیۃ نے بارہا اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قصیدۂ معراجیہ کی شرح فرمائی اور یہ بات بھی مسلم ہے کہ جب کسی شعر کو اس کی شرح سمجھنے کے بعد سنا جائے تو سنتے وقت کی کیفیت کا بیان نہیں ہو سکتا۔ ان تمام امور کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے مولانا کے گذشتہ سے پیوستہ ۲۰۱۴ء میں بیان فرمودہ زبانی ارشادات کو قلمی صورت میں پیش کرنے کا خیال آیا اور حسبِ ضرورت ترمیم کے ساتھ اس کو انجمن ضیائے طیبہ کراچی (پاکستان) شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیبِ مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے اس سعی کے تمام محرکین کو دو جہاں کی سعادتیں نصیب فرمائے۔ آمین!

سگِ قطبِ مدینہ

# اظہارِ تشکر

الله رب محمد صلی علیه وسلما

نحن عباد محمد صلی علیه وسلما

سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کا ذکر ہر صبح و شام، دنیا کے ہر حصّے، ہر خطّے میں، بحر و بر میں، دشت و جبل میں حتّٰی کہ عرش پر بھی انھی کا ذکر ہے

فرش والے تری شوکت کا علو کیا جانیں

خسروا! عرش پہ اُڑتا ہے پھریرا تیرا

عشاقانِ مصطفٰی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے اپنے اپنے انداز میں آقا صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کا ذکر بلند کیا کہ۔۔۔ ذکرِ حبیب کم نہیں وصلِ حبیب سے۔۔۔اعلیٰ حضرت امامِ اہلِ سنّت رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا قصیدۂ معراجیہ اس کی اعلیٰ مثال ہے۔

بقولِ پیرِ طریقت، رہبرِ شریعت حضرت علامہ سیّد شاہ تراب الحق قادری مدظلہ العالی:

"گذشتہ صدی کے شعرا کے کلام پر صرف قصیدۂ معراجیہ کو رکھ دیا جائے تو بلاشبہ اُن سب پر بھاری ہو گا۔"

کلام الامام امام الکلام کے مصداق کلامِ اعلیٰ حضرت کو سمجھنا ہر شخص، ہر کجا، ہر عالِم کے لیے بھی ممکن نہیں، جب تک کہ کافی علوم وفنون پر مہارتِ تامّہ نہ ہو۔

زیرِ نظر شرح، حضرت قطبِ مدینہ ضیاء الملّۃ والدّین مولانا ضیاء الدین احمد مدنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خادمِ خاص مخدوم و محترم یادگارِ اَسلاف حضرت علامہ مولانا عاصی بغدادی ضیائی صاحب کی ایک پُر مغز تقریر کا متن ہے، جسے عاصی بغدادی صاحب کے ایک محب پیر بھائی نے کمپوزنگ سے آراستہ کیا اور پھر فقیر کو حاشیے پر کام کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ شارح نے بالکل آسان اور عام فہم انداز میں شرح کی ہے تاکہ اشعار کا مطلب بھی سمجھ میں آجائے اور مقامِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم بھی اُجاگر ہو جائے۔ مختصر وقت میں کوشش کی کہ شرح میں جن باتوں کا ذکر ہے اُن کے حوالہ جات اور تفاصیل حاشیے میں ذکر کر دی جائیں۔ قارئینِ کرام سے گزارش ہے کہ اگر کہیں کوئی غلطی پائیں تو فوراً اصلاح فرمائیں۔

میں انجمن ضیائے طیبہ کے سیّد محمد مبشر قادری اور رہبر اسلامک فاؤنڈیشن کے مولانا عبد الجبار نقشبندی صاحب کا شکر گزار ہوں، جنھوں نے حاشیے کو ترتیب دینے کے لیے اپنی کتب سے استفادے کا موقع فراہم کیا اور دارالافتاء الفیضان کے میرے رفیق مولانا شفیق الرحیم خاں جنھوں نے کچھ اہم حوالے تلاش کرنے میں میری معاونت فرمائی۔

اللہ ربّ العزّت ہم سب کو اعلیٰ حضرت امامِ اہلِ سنّت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خصوصی فیضان نصیب فرمائے۔ شارحِ قصیدۂ معراجیہ اُستاذِ گرامی حضرت علامہ مولانا عاصی بغدادی کی عمر و صحت، علم و عمل میں خوب برکتیں عطا فرمائے اور ان کا سایۂ عاطفت دراز فرمائے اور جن مخلص بزرگوں اور محبین نے اس میں حصّہ لیا، اللہ تعالیٰ اُن تمام کو دارین کی برکتوں سے مالامال فرمائے۔

یاالٰہی! جب رضؔا خوابِ گراں سے سر اُٹھائے
دولتِ بیدارِ عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ ہو

مفتی عبد الرحمٰن قادری
۳۰/اپریل ۲۰۱۶ء

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیۡكَ یَاسَیِّدِیۡ یَارَسُوۡلَ اللّٰہ!

## پیش لفظ

اعلیٰ حضرت امام اہلِ سنّت شاہ امام احمد رضا خاں محقق و محدث بریلوی نَوَّرَاللّٰہُ تَعَالٰی مَرْقَدَہٗ کا شہرۂ آفاق دیوان ”حدائقِ بخشش“ دورِ حاضر میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توصیف و ثنا بیان کرنے کا ایک اعلیٰ دیوان ہے... ایک معتبر دیوان ہے... ایک مستند دیوان ہے... جب کہ دیگر علمائے اہلِ سنّت کے نعتیہ دیوان بھی عوام و خواص کے لیے راہِ ہدایت ہیں، لیکن کچھ ایسے شعرا جن کا علم... جن کا قلم... جن کے اَفکار... وغیرہا تنقیدات کی زد میں ہیں اور غیر مستند ماخذ کے دائرے میں گھومتے ہیں... اس دائرے سے عوامِ اہلِ سنّت کو دور رکھنے کے لیے سلجھے اور کھرے ادیب و علما کی خدمات جاری ہیں...

یہاں حدائقِ بخشش کا تعارف کرنا یا کروانا ”سورج کو چراغ دکھانے“ والی مثال ہو گی چوں کہ حدائقِ بخشش پر قلم کا ایک وسیع ذخیرہ دنیا میں موجود ہے... جس سے کتابِ ہذا کے قارئین اور حلقۂ احباب بہ خوبی واقف ہیں... حدائقِ بخشش پر شروحات و تضمینات... مضامین و مقالے جات... تنقیدات و تقابل... پی ایچ ڈی تھیسس... متفرق ضخیم کتب اور مختلف رسائل و کتابچے... موجود ہیں... اور سیکڑوں قلم اپنی روانی کے ساتھ قرطاس پر دوڑ رہے ہیں...

سیرتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے گوشوں میں واقعۂ معراج ایک عظیم واقعہ ہے جو حضراتِ شعرا کا بھی محبوب موضوع رہا ہے... امامِ اہلِ سنّت نے اپنے حدائق میں مختلف کلاموں کے علاوہ قصائد کا ایک بڑا رقبہ بھی آباد کیا ہوا ہے... جس میں مہکتے و جھلملاتے اشعار... خوبصورت پھولوں سے مزیّن پودوں کی مانند اپنی خوشبوئیں بکھیر رہے ہیں... اسی رقبے میں ایک طویل و وسیع حدیقہ ”قصیدۂ معراجیہ“ کے نام سے نظر آتا ہے...

کتابِ ہذا کے موضوع سے متعلق اگر بات کی جائے تو عموماً کلاموں پر دو انداز میں... قلمی و بیانی... شرح کی جاتی ہے... شرح کیا...؟ کیوں...؟ کیسے...؟ کا جواب... اردو کی حویلی سے یوں ملتا ہے کہ 1611ء میں سب سے پہلے شرح کا لفظ استعمال کیا گیا... اہل لغت کے ہاں تشریح، توضیح Any book that explains a text یعنی وہ کتاب جس میں کسی کتاب کے معانی و

مطالب کی تشریح کی گئی ہو... سے جانا جاتا ہے...اور مزید لغت کی المار ی آسانی سے سمجھا سکتی ہے... تاریخ کی الماری میں قلمی شرح پر بھی کافی دفتر قائم ہیں... البتہ تاریخی حیثیت کے اعتبار سے دنیا میں پہلی شرح کب ...؟ اور کونسی...؟ کا جواب دشوار ہو گا... اور بیانی شرح کا تاریخی پس منظر بھی ضرور تحقیق کا محتاج ہے... علمائے اہل سنّت نے اپنے خطابات، وعظ اور درس میں اسلاف واخیار کے دیوان وکلام یا اشعار کی شروحات بیان کیں ہیں... اور جب بات ہو حدائقِ بخشش کی یا اعلیٰ حضرت امامِ اہلِ سنّت کے کسی کلام و شعر کی تو علمائے اہل سنّت کے لب کیسے خاموش رہیں ...؟ یقیناً پاک و ہند کے لاؤڈ اسپیکرز اس بات کی گواہی دیں گے کہ "حدائقِ بخشش" کے قصائد وکلام پر... مفسرِ اعظم علامہ ابراہیم رضا خاں جیلانی میاں... حضرت علامہ قاری محمد مصلح الدین صدّیقی... شارحِ رضویات حضرت احسن العلماء... تاج الشریعہ علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری... قائدِ ملّتِ اسلامیہ حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدّیقی... حضرت علامہ مفتی محمد منظور احمد فیضی... حضرت علامہ سیّد شاہ تراب الحق قادری... حضرت علامہ مفتی اشفاق احمد رضوی... ابو داؤد مفتی محمد صادق قادری رضوی رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین ... وغیرہم نے بیانی شرح سے عوام کی سماعتوں کو محظوظ کرتے ہوئے دین کی آبیاری میں حصّہ ڈالا... اور اب جو بقیدِ حیات ہیں ... محدثِ کبیر حضرت علامہ مفتی ضیاء المصطفیٰ اعظمی...

اشرف الفقہا حضرت علامہ مفتی مجیب اشرف قادری... یادگارِ اسلاف حضرت علامہ سیّد محمد محفوظ الحق شاہ صاحب... حضرت علامہ عبد الہادی قادری نوری ... حضرت علامہ مفتی محمد منان رضا خاں منانی میاں... حضرت علامہ ابو القاسم قادری ضیائی... وغیرہم باغبانی فرمارہے ہیں...

اہلِ سنّت کے معمولات میں عوام و خواص کا خاص طریقہ و وطیرہ رہا ہے... کہ موقع کی مناسبت سے محافل و مجالس میں کلام و بیان کو چنا جاتا ہے... مثلاً ... رجب المرجب کے موقع پر بالخصوص معراج شریف کی 27/ رجب المرجب... بڑی رات... میں ہونے والی محافل... اور پاک و ہند اور اکنافِ عالم میں جہاں جہاں اہلِ عشق و محبت بیٹھتے ہیں... تو وہاں قصیدۂ معراجیہ کے منتخب اشعار کو ضرور معراج نامے کے طور پر پڑھتے ہیں... اور بعض بیٹھک میں تو مکمل قصیدے کے پڑھنے کا خاص علی الاعلان اہتمام کیا جاتا ہے...

پڑھا جائے نہ کیسے اہلِ سنّت کی محافل میں
بڑا پُر لطف و شیریں ہے کلام احمد رضا خاں کا

انجمن ضیائے طیبہ کے زیرِ اہتمام بھی ہر سال جشنِ معراج النبی ﷺ کے سلسلے میں شب بیداری ہوتی ہے... اور شہر قائد کے مشہور جوڑیا بازار میں موجود دربارِ مصلح الدین متصل مصلح الدین گارڈن میں مکمل قصیدۂ بردہ شریف کے ساتھ قصیدۂ معراجیہ کو بھی ترنّم سے پڑھا جاتا ہے... جب کہ گزشتہ سالوں میں سے ایک سال اسی موقع پر صاحبِ شرح نے قصیدۂ معراجیہ کی مکمّل زبانی شرح بیان کی، جو بعد ازاں تحریری صورت میں "تحریکِ اتحادِ اہلِ سنّت" نے 2016 میں مفتی عبد الرحمٰن قادری ترابی کے حواشی کے ساتھ شائع کی... اور اب امسال رجب المرجب 1441ھ / مارچ 2020ء ... میں فضیلۃ الشیخ علامہ عاصی بغدادی دامت برکاتھم العالیۃ کی شرح کو انجمن ضیائے طیبہ نے کچھ اضافہ جات و تصحیح کے بعد اپنی آب و تاب کے ساتھ شائع کیا ہے۔

اِس سے قبل، انجمن ضیائے طیبہ کے شعبۂ ضیائی دارالاشاعت کے تحت معراج شریف کے موضوع پر مندرجۂ ذیل کتب و رسائل بھی زیورِ طباعت سے آراستہ ہو کر، منصّۂ شہود پر آچکے ہیں:

- معراجِ جسمانی... حضرت علامہ حسنین رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ
- اسراء و معراج ... نبیرۂ قطبِ مدینہ فضیلۃ الشیخ علامہ ڈاکٹر محمد رضوان مدنی

- معراج النبی ﷺ اور ہمارا عقیدہ... حضرت علامہ مفتی اکرام المحسن فیضی
- معراج سیر گاہِ مصطفیٰ ﷺ کہاں سے کہاں تک؟... محقق اہل سنّت حضرت علامہ نسیم احمد صدیقی نوری
- ضیائے رجب المرجب... محقق اہل سنّت حضرت علامہ نسیم احمد صدّیقی نوری

ممتاز قارئین سے احقر راقم الحروف کی التجا ہے کہ وہ اپنی دعاؤں میں انجمن ضیائے طیبہ کو یاد رکھیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ انسدادِ تیرگی کے لیے ہمیشہ ضیائے طیبہ کو پیش پیش رکھے اور تمامی معاونین بالخصوص ادارے کے بانی و منتظم قبلہ سیّد اللہ رکھا قادری ضیائی اطال اللہ عمرہ و زید علمہ و مجدہ کو مزید تقویت بخشے... استقامت فی الدین دے... اور ایمان کی سلامتی و دارین کی شادبادی نصیب کرے۔

سیّد محمد مُبشر اللہ رکھا قادری
انجمن ضیاءِ طیبہ

قصیدۂ
معراجیہ

وہ سرورِ کشورِ رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے
نئے نرالے طرب کے ساماں عرب کے مہمان کے لیے تھے

بہار ہے شادیاں مبارک چمن کو آبادیاں مبارک
ملک فلک اپنی اپنی لَے میں یہ گُھر عنادل کا بولتے تھے

وہاں فلک پر یہاں زمیں میں رچی تھی شادی مچی تھی دھومیں
اُدھر سے اِنوار ہنستے آتے اِدھر سے نفحات اُٹھ رہے تھے

یہ چھوٹ پڑتی تھی ان کے رُخ کی کہ عرش تک چاندنی تھی چھٹکی
وہ رات کیا جگمگا رہی تھی جگہ جگہ نصب آئنے تھے

نئی دُلھن کی پھبن میں کعبہ نکھر کے سنورا سنور کے نکھرا
حجر کے صدقے کمر کے اِک تل میں رنگ لاکھوں بناؤ کے تھے

نظر میں دولھا کے پیارے جلوے حیا سے محراب سر جھکائے
سیاہ پردے کے منھ پر آنچل تجلّیِ ذاتِ بحت کے تھے

خوشی کے بادل اُمَنڈ کے آئے دلوں کے طاؤس رنگ لائے
وہ نغمۂ نعت کا سماں تھا حرم کو خود وجد آ رہے تھے

یہ جھوما میزابِ زر کا جھومر کہ آرہا کان پر ڈھلک کر
پھوہار برسی تو موتی جھڑ کر حطیم کی گود میں بھرے تھے

دُلھن کی خوشبو سے مست کپڑے نسیمِ گستاخ آنچلوں سے
غلافِ مشکیں جو اُڑ رہا تھا غزال نافے بسا رہے تھے

پہاڑیوں کا وہ حُسنِ تزئیں وہ اونچی چوٹی وہ ناز و تمکیں!
صبا سے سبزے میں لہریں آتیں دوپٹے دھانی چنے ہوئے تھے

نہا کے نہروں نے وہ چمکتا لباس آبِ رواں کا پہنا
کہ موجیں چھڑیاں تھیں دھار لچکا حباب تاباں کے تھل ٹکے تھے

پرانا پُر داغ ملگجا تھا اُٹھا دیا فرش چاندنی کا
ہجوم تارِ نگہ سے کوسوں قدم قدم فرش بادلے تھے

غبار بن کر نثار جائیں کہاں اب اُس رہ گزر کو پائیں
ہمارے دل، حوریوں کی آنکھیں، فرشتوں کے پَر جہاں بچھے تھے

خدا ہی دے صبر جانِ پُر غم دکھاؤں کیوں کر تجھے وہ عالَم
جب اُن کو جھرمٹ میں لے کے قدسی جناں کا دولھا بنا رہے تھے

اُتار کر اُن کے رُخ کا صدقہ یہ نور کا بٹ رہا تھا باڑا
کہ چاند سورج مچل مچل کر جبیں کی خیرات مانگتے تھے

وہی تو اب تک چھلک رہا ہے وہی تو جو بن ٹپک رہا ہے
نہانے میں جو گرا تھا پانی کٹورے تاروں نے بھر لیے تھے

بچا جو تلووں کا اُن کے دھوون بنا وہ جنّت کا رنگ و روغن
جنھوں نے دولھا کی پائی اُترن وہ پھول گلزارِ نور کے تھے

خبر یہ تحویلِ مہر کی تھی کہ رُت سہانی گھڑی پھرے گی
وہاں کی پوشاک زیبِ تن کی یہاں کا جوڑا بڑھا چکے تھے

تجلّیِ حق کا سہرا سر پر صلاۃ و تسلیم کی نچھاور
دو رویہ قدسی پرے جما کر کھڑے سلامی کے واسطے تھے

جو ہم بھی واں ہوتے خاکِ گلشن لپٹ کے قدموں سے لیتے اُترن
مگر کریں کیا نصیب میں تو یہ نامُرادی کے دن لکھے تھے

ابھی نہ آئے تھے پشتِ زین تک کہ سر ہوئی مغفرت کی شلک
صدا شفاعت نے دی مبارک!، گناہ مستانہ جھومتے تھے

عجب نہ تھا رُخش کا چمکنا غزالِ دم خوردہ سا بھڑکنا
شعاعیں بُکے اڑا رہی تھیں تڑپتے آنکھوں پہ صاعقے تھے

ہجومِ اُمّید ہے گھٹاؤ مرادیں دے کر انھیں ہٹاؤ
ادب کی باگیں لیے بڑھاؤ ملائکہ میں یہ غلغلے تھے

اُٹھی جو گردِ رہِ منوّر وہ نور برسا کہ راستے بھر
گھرے تھے بادل بھرے تھے جل تھل اُمنڈ کے جنگل اُبل رہے تھے

ستم کیا کیسی مَت کٹی تھی قمر وہ خاک اُن کے رہ گزر کی
اُٹھا نہ لایا کہ ملتے ملتے یہ داغ سب دیکھتا مٹے تھے

بُراق کے نقشِ سُم کے صدقے وہ گل کھلائے کہ سارے رستے
مہکتے گلبن لہکتے گلشن ہرے بھرے لہلہا رہے تھے

نمازِ اقصیٰ میں تھا یہی سِرّ عیاں ہوں معنیٰ اوّل و آخر
کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر جو سلطنت آگے کر گئے تھے

یہ اُن کی آمد کا دبدبہ تھا نکھار ہر شے کا ہو رہا تھا
نجوم و اَفلاک جام و مینا اُجالتے تھے کھنگالتے تھے

نقاب الٹے وہ مہرِ انور جلالِ رخسار گرمیوں پر!
فلک کو ہیبت سے تپ چڑھی تھی تپکتے انجم کے آبلے تھے

یہ جوششِ نور کا اثر تھا کہ آبِ گوہر کمر کمر تھا
صفائے رہ سے پھسل پھسل کر ستارے قدموں پر لوٹتے تھے

بڑھا یہ لہرا کے بحرِ وحدت کہ ڈھل گیا نامِ ریگِ کثرت
فلک کے ٹیلوں کی کیا حقیقت یہ عرش و کرسی دو بلبلے تھے

وہ ظِلِّ رحمت وہ رُخ کے جلوے کہ تارے چھپتے نہ کھلنے پاتے
سنہری زَرْبفت اودی اطلس یہ تھان سب دھوپ چھاؤں کے تھے

چلا وہ سروِ چماں خراماں نہ رک سکا سدرہ سے بھی داماں
پلک جھپکتی رہی وہ کب کے سب این و آں سے گزر چکے تھے

جھلک سی اک قدسیوں پر آئی ہوا بھی دامن کی پھر نہ پائی
سواری دولھا کی دور پہنچی برات میں ہوش ہی گئے تھے

تھکے تھے روح الامیں کے بازو چھٹا وہ دامن کہاں وہ پہلو
رکاب چھوٹی امید ٹوٹی نگاہِ حسرت کے ولولے تھے

روش کی گرمی کو جس نے سوچا دماغ سے اک بھبوکا پھوٹا
خِرَد کے جنگل میں پھول چمکا دَہَر دَہَر پیڑ جل رہے تھے

جِلو میں جو مرغِ عقل اُڑے تھے عجب بُرے حالوں گرتے پڑتے
وہ سدرہ ہی پر رہے تھے تھک کر چڑھا تھا دم تیور آ گئے تھے

قوی تھے مرغانِ وہم کے پَر اڑے تو اڑنے کو اور دم بھر
اُٹھائی سینے کی ایسی ٹھوکر کہ خونِ اندیشہ تھوکتے تھے

سُنا یہ اتنے میں عرشِ حق نے کہ لے مبارک ہوں تاج والے
وہی قدم خیر سے پھر آئے جو پہلے تاجِ شرف ترے تھے

یہ سن کے بے خود پکار اُٹھا نثار جاؤں کہاں ہیں آقا
پھر اُن کے تلووں کا پاؤں بوسہ یہ میری آنکھوں کے دن پھرے تھے

جھکا تھا مجرے کو عرشِ اعلیٰ گرے تھے سجدے میں بزمِ بالا
یہ آنکھیں قدموں سے مَل رہا تھا وہ گردِ قربان ہو رہے تھے

ضیائیں کچھ عرش پر یہ آئیں کہ ساری قندیلیں جھلملائیں
حضورِ خورشید کیا چمکتے چراغ مُنھ اپنا دیکھتے تھے

یہی سماں تھا کہ پیکِ رحمت خبر یہ لایا کہ چلیے، حضرت!
تمھاری خاطر کشادہ ہیں جو کلیم پر بند راستے تھے

بڑھ، اے محمد! قریں ہو، احمد! قریب آ، سرورِ ممجّد! ﷺ
نثار جاؤں یہ کیا ندا تھی یہ کیا سماں تھا یہ کیا مزے تھے

تَبَارَكَ اللّٰهُ شان تیری تجھی کو زیبا ہے بے نیازی
کہیں تو وہ جوشِ لَنْ تَرَانِیْ کہیں تقاضے وصال کے تھے

خِرد سے کہہ دو سر جھکالے گماں سے گذرے گزرنے والے
پڑے ہیں یاں خود جہت کو لالے کسے بتائے کدھر گئے تھے

سراغِ اَیْن و مَتٰی کہاں تھا نشانِ کَیْفَ و اِلٰی کہاں تھا
نہ کوئی راہی نہ کوئی ساتھی نہ سنگِ منزل نہ مرحلے تھے

اُدھر سے پیہم تقاضے آنا اِدھر تھا مشکل قدم بڑھانا
جلال و ہیبت کا سامنا تھا جمال و رحمت اُبھارتے تھے

بڑھے تو لیکن جھجکتے ڈرتے حیا سے جھکتے ادب سے رکتے
جو قرب انھیں کی روش پہ رکھتے تو لاکھوں منزل کے فاصلے تھے

پر ان کا بڑھنا تو نام کو تھا حقیقتاً فعل تھا اُدھر کا
تنزّلوں میں ترقی افزا دَنٰی تَدَلّٰی کے سلسلے تھے

ہوا یہ آخر کہ ایک بجرا تموّجِ بحرِ ھُوْ میں اُبھرا
دَنٰی کی گودی میں اُن کو لے کر فنا کے لنگر اُٹھا دیے تھے

کسے ملے گھاٹ کا کنارا کدھر سے گزرا کہاں اتارا
بھرا جو مثلِ نظر طرارا وہ اپنی آنکھوں سے خود چھپے تھے

اُٹھے جو قصرِ دَنٰی کے پردے کوئی خبر دے تو کیا خبر دے
وہاں تو جا ہی نہیں دوئی کی نہ کہہ کہ وہ ہی نہ تھے ارے تھے

وہ باغ کچھ ایسا رنگ لایا کہ غنچہ و گل کا فرق اُٹھایا
گرہ میں کلیوں کی باغ پھولے گلوں کے تکمے لگے ہوئے تھے

محیط و مرکز میں فرق مشکل رہے نہ فاصل خطوط واصل
کمانیں حیرت سے سر جھکائے عجیب چکر میں دائرے تھے

حجاب اُٹھنے میں لاکھوں پردے ہر ایک پردے میں لاکھوں جلوے
عجب گھڑی تھی کہ وصل و فرقت جنم کے بچھڑے گلے ملے تھے

زبانیں سوکھی دکھا کے موجیں تڑپ رہی تھیں کہ پانی پائیں
بھنور کو یہ ضعف تشنگی تھا کہ حلقے آنکھوں میں پڑ گئے تھے

وہی ہے اوّل وہی ہے آخر وہی ہے باطن وہی ہے ظاہر
اُسی کے جلوے اُسی سے ملنے اُسی سے اُس کی طرف گئے تھے

کمانِ امکان کے جھوٹے نقطو تم اوّل آخر کے پھیر میں ہو
محیط کی چال سے تو پوچھو کدھر سے آئے کدھر گئے تھے

اِدھر سے تھیں نذرِ شہ نمازیں اُدھر سے انعام خسروی میں
سلام و رحمت کے ہار گندھ کر گلوئے پُر نور میں پڑے تھے

زبان کو انتظارِ گفتن تو گوش کو حسرتِ شنیدن
یہاں جو کہنا تھا کہہ لیا تھا جو بات سننی تھی سن چکے تھے

وہ برجِ بطحا کا ماہ پارہ بہشت کی سیر کو سدھارا
چمک پہ تھا خلد کا ستارہ کہ اس قمر کے قدم گئے تھے

سُرورِ مَقْدَم کی روشنی تھی کہ تابشوں سے مہِ عرب کی
جناں کے گلشن تھے جھاڑ فرشی جو پھول تھے سب کَنول بنے تھے

طرب کی نازش کہ ہاں لچکیئے ادب وہ بندش کہ ہل نہ سکیے
یہ جوشِ ضِدّین تھا کہ پودے کشاکشِ ارّہ کے تلے تھے

خدا کی قدرت کہ چاند حق کے کروروں منزل میں جلوہ کر کے
ابھی نہ تاروں کی چھاؤں بدلی کہ نور کے تڑکے آ لیے تھے

نبیِّ رحمت شفیعِ اُمّت رضؔا پہ، لِلّٰہ! ہو عنایت
اِسے بھی اُن خلعتوں سے حصّہ جو خاص رحمت کے واں بٹے تھے

ثنائے سرکار ہے وظیفہ قبولِ سرکار ہے تمنّا
نہ شاعری کی ہوس نہ پروا رَوِی تھی کیا کیسے قافیے تھے

# مآخذ و مراجع و کتبِ مطالعہ

| نمبر شمار | کتاب کا نام | مصنف |
|---|---|---|
| 1 | کنز الایمان | اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سنہ ۱۳۴۰ھ |
| 2 | تفسیر روح المعانی | امام محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ سنہ ۱۲۷۴ھ |
| 3 | تفسیر کبیر | امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ |
| 4 | تفسیر روح البیان | امام اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ سنہ ۱۱۳۷ھ |
| 5 | تفسیر دُرِّ منثور | امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ سنہ ۹۱۱ھ |
| 6 | مدارج النبوۃ | شیخ شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ |
| 7 | مواہب اللدنیہ | امام احمد قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ سنہ ۹۱۱ھ |
| 8 | زرقانی | امام محمد بن عبد الباقی رحمۃ اللہ علیہ سنہ ۱۱۲۲ھ |
| 9 | شفا شریف | امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ سنہ ۵۴۴ھ |
| 10 | شرح شفا شریف | امام ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ |
| 11 | حیوٰۃ الحیوان | امام کمال الدین دمیری رحمۃ اللہ علیہ |
| 12 | معارج النبوۃ | علامہ معین الدین کاشفی رحمۃ اللہ علیہ سنہ ۹۰۷ھ |
| 13 | معراج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم | حضرت علامہ سیّد احمد سعید شاہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ |
| 14 | شرح سلام رضا | مفتی محمد خان قادری |
| 15 | شرح حدائق بخشش | حضرت علامہ مفتی محمد فیض احمد اُویسی رحمۃ اللہ علیہ |
| 16 | مدلل تقریریں | علامہ ضیاء اللہ قادری رحمۃ اللہ علیہ |
| 17 | فتاوٰی رضویہ شریف | اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سنہ ۱۳۴۰ھ |

| | | |
|---|---|---|
| 18 | الانوار البھیۃ فی اسرآء ومعراج خیر البریۃ | شیخ سیّد محمد بن علوی بن عباس مالکی رحمۃ اللہ علیہ |
| 19 | نادر المعراج | عباد اللہ شیخ العالم اکبر آبادی رحمۃ اللہ علیہ |
| 20 | معراج الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم | الدکتور شیخ رضوان بن شیخ فضل الرحمٰن مدنی |
| 21 | شرح حدائق بخشش | الحافظ القاری مولانا غلام حسن قادری |
| 22 | حدائق بخشش | اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ |
| 23 | قصیدۂ بردہ شریف | امام شرف الدین بوصیری رحمۃ اللہ علیہ |
| 24 | ذوقِ نعت | حضرت علامہ مولانا حسن رضا خان رحمۃ اللہ علیہ سنہ ۱۳۲۶ھ |
| 25 | الاسرآء والمعراج | شیخ محمد متولی الشعراوی رحمۃ اللہ علیہ |
| 26 | محاضرات حول الاسراء والمعراج | امام محدث عبد اللہ سراج الدین الحسینی رحمۃ اللہ علیہ |
| 27 | معراج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم | علامہ سیّد محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ |
| 28 | ماثبت بالسنۃ | شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ |
| 29 | سبل الھدیٰ والرشاد | امام محمد بن یوسف الصالحی رحمۃ اللہ علیہ |
| 30 | تفسیر ابنِ کثیر | عماد الدین ابنِ کثیر سنہ ۷۷۴ھ |
| 31 | المسند امام احمد | امام احمد بن حنبل سنہ ۲۴۱ھ رحمۃ اللہ علیہ |
| 32 | سنن نسائی | امام احمد بن شعیب النسائی سنہ ۳۰۳ھ رحمۃ اللہ علیہ |

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، مجدد ِمائۃ حاضرہ سیّدنا امام احمد رضا خاں فاضلِ بریلی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اردو کے ایک مشہور ادیب اور قادر الکلام شاعر محسن کاکوروی[1] معراج سے متعلق اپنا ایک قصیدہ سنانے کے لیے آئے، جو ''سمتِ کاشی سے چلا جانبِ متھرا بادل'' سے شروع ہوتا ہے؛ نیز، یہ قصیدہ

---

[1] محسن کاکوروی، سیّد محمد محسن نام اور سیّد تخلص تھا۔ کاکوری میں پیدا ہونے کی وجہ سے محسن کاکوروی مشہور ہیں۔ بعض جگہوں سے ہوتے ہوئے لکھنؤ (بھارت) کے مضافات میں ایک قصبہ کاکوری میں ان کے خاندان نے بود وباش اختیار کی۔ ان کی پیدائش 1827ء اور انتقال 1905ء میں ہوا۔

ان کے بیٹوں نے ان کے نعتیہ کلاموں کا مجموعہ ''کلیاتِ نعتِ محسن'' کے نام سے شائع کیا۔ ان کا شعری سرمایہ ذیل ہے:

(۱) گلدستہ کلامِ رحمت (۲) ابیاتِ نعت (۳) مدیح خیر المرسلین (۴) نظم دل افروز (۵) انیس آخرت (۶) مثنویات (۷) صبح تجلی (۸) فغانِ محسن (۹) چراغِ کعبہ (۱۰) نگارستانِ الفت (۱۱) شفاعت ونجات (۱۲) اسرار معنٰی در عشق (۱۳) حلیہ مبارک سراپا رسول (۱۴) رباعیاں 1857ء کے دوران۔

ڈاکٹر ابو محمد سحر اپنی کتاب ''اردو میں قصیدہ نگاری ''میں محسن کے قصیدہ ''مدیح خیر المرسلین'' کے متعلق لکھتے ہیں ''ان کے قصیدے مدیح خیر المرسلین کو غیر معمولی شہرت حاصل ہوئی اور اس میں شک نہیں کہ ان کا قصیدہ اردو قصائد میں منفرد اور امتیازی مقام کا مالک ہے، اس کی تشبیب جس پر اس قصیدے کی مقبولیت کی بنیاد ہے یوں تو بہاریہ تشبیب ہے لیکن محسن نے اس کو برسات کے موسم

اسکولوں کے نصاب میں بھی شامل ہے۔ ظہر کے وقت دو شعر سنائے اور یہ طے پایا کہ بقیہ اشعار عصر کے بعد سنائے جائیں گے۔ سیّدنا اعلیٰ حضرت ﷺ گھر میں تشریف لے گئے اور عصر سے پہلے "٦٧" اشعار پر مشتمل پوری نظم، جو اسرا کی خوشی میں مبارک باد پر مبنی ہے ایک خوبصورت قصیدے کی شکل میں تیار کرلی، جو تہنیتِ شادی اسرا یعنی اسرا و معراج کی خوشی میں مبارک باد سے متعلق ہے۔

فنونِ بلاغت میں ۲۴۴ صنعتیں ہیں ان صنعتوں کو علیحدہ کسی محفل میں بیان کرنے کی کوشش کریں گے کہ یہ فنون کون کون سے ہیں۔ ان فنون میں ایک ہے براعتِ استہلال یا حسنِ ابتداء۔ شاعر پہلے مصرعے میں یا کسی کتاب کے خطبے میں اور بعض اوقات جو قادر الکلام مصنف ہوتے ہیں وہ کتاب کے نام میں بھی یہ بتا دیتے ہیں کہ یہ کتاب کس موضوع پر ہے اور اس میں شاعر کا موقف کیا ہے، شاعر اس کتاب میں کس بارے میں کہنا چاہتا ہے۔ اور اس میں کچھ چیزیں اضافت بھی ہوتی ہیں جیسے اعلیٰ حضرت ﷺ عظیم البرکت نے اگر کسی کتاب کا نام رکھا ہے تو اس کتاب کے نام میں ہی اعلیٰ حضرت ﷺ نے یہ بتا دیا ہے کہ یہ کتاب کس موضوع پر ہے اور اس میں اعلیٰ حضرت ﷺ کا موقف

---

سے ہم آہنگ کر کے مقامی رنگ، ہندوستانی تلمیحات، ہندوستانی رسوم ورواج اور ہندی الفاظ کی آمیزش اتنی فن کاری سے کی ہے کہ کچھ اور ہی عالم پیدا ہو گیا ہے۔"

تفصیلی حالات جاننے کے لیے ڈاکٹر محمد حسین مشاہد رضوی کی کتاب "حضرت محسن کاکوروی اردو کے باکمال قصیدہ گو اور مثنوی نگار شاعر" کو دیکھیں نیز روزنامہ اردو ٹائمز بمبئی کے سنڈے میگزین 10 اگست 2008 کے صفحہ 12 پر تفصیلی مضمون شائع ہوا ہے۔

کیا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے یہ بھی بتادیا ہے کہ اس کی تاریخِ تصنیف کون سی ہے۔ اسی طرح عموماً آپ کو اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے خطبوں میں ملے گا کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کتاب کے خطبے میں ہی اپنا مسلک واضح کر دیتے ہیں۔ اسی براعتِ استہلال یا حسنِ ابتداء کی ایک جھلک "وہ سرور کشورِ رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے" میں ہے۔

وہ سرورِ کشورِ رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے
نئے نرالے طرب کے ساماں عرب کے مہمان کے لیے تھے

خوبیاں تو بہت سی ہیں جس میں ایک خوبی کو ہم کہتے ہیں تجنیس کامل اور تجنیسِ جزوی، تجنیس یہ کہ ایک شعر میں دو لفظ ایسے ہوں جو ہم وزن ہوں اور اس میں اکثر لفظ ملتے جلتے ہوں۔ یہاں پر آپ دیکھیں گے کہ 'سرور' اور 'کشور' اسی طرح آپ کو ملے گا 'طرب' اور 'عرب'، اسی طرح آپ کو ملے گا 'ساماں' اور 'مہماں' تو یہ صنعتِ لفظی ہیں جن کی تقریباً ۲۴۴ قسمیں ہیں۔ ہم نہیں چاہتے کہ اس کی طرف جائیں۔ ہم صرف ان اشعار کے معنٰی کی طرف جاتے ہیں۔

قرآن شریف میں جب معراج شریف کا ذکر ہوا تو اس کی بھی ابتداء یوں ہوئی:

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا۔ (پارہ ۱۵، سورۂ بنی اسرائیل، آیت ۱)

ترجمہ: پاکی ہے اُسے، جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا۔ (کنز الایمان)

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اس کی ابتداء (وہ سرورِ کشورِ رسالت) وہ سرور جو رسالت کی سلطنت کے بادشاہ ہیں۔ وہ بادشاہ جو رسالت کی سلطنت کے سرور ہیں (جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے) جب عرش پر جلوہ گر ہوئے تو عرب کے مہمان یہ سرکارِ دوعالم کا ایک وصف ہے کہ سرکارِ دوعالم عرب کے بادشاہ، حاکم، سرکار سب سے افضل ہیں۔

نئے نرالے طرب کے ساماں عرب کے مہمان کے لیے تھے تو معراج پر جب رسالت کی سلطنت کے بادشاہ عرش پر تشریف لے گئے تو وہاں پر خوشیوں کے نئے نرالے سامان کیے گئے تھے۔ ہمارے یہاں اگر کوئی مہمان آئے تو اس کے لیے خاص انتظام کیا جاتا ہے، خوشی منائی جاتی ہے اور جو کچھ ہوتا ہے مہمان کے سامنے پیش کر دیا جاتا ہے اور یہی عرب کی مہمان نوازی کا سلیقہ ہے، یہ مہمان نوازی نہیں بلکہ کنجوسی ہے کہ اگر کسی کے یہاں مہمان آئے تو منہ بگاڑے اور کسی طرح بھگانے کی کوشش کرے۔ اللہ تعالیٰ کریم ہے اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اس کے محبوب ہیں۔ جب سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ تعالیٰ کے بلانے پر عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے تو ان کی مہمان نوازی کے لیے نئے نرالے خوشیوں کے سامان مہیا کیے گئے تھے۔

بہار ہے شادیاں مبارک چمن کو آبادیاں مبارک
ملک فلک اپنی اپنی لے میں یہ گھر عنادل کا بولتے تھے

اسی کو اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ بتاتے ہیں کہ (بہار ہے شادیاں مبارک۔۔۔) گَھر یا گُھر (دونوں ملتے ہیں) عنادل کا بولتے تھے۔[عنادل، عندلیب کی جمع ہے] فرشتے اور آسمان اپنے اپنے طریقے سے، اپنے اپنے راگ میں عندلیب کی طرح گا رہے تھے، کیا گا رہے تھے کہ آج بہار کا دن ہے سب کو خوشیاں مبارک ہوں اور اس چمن کو آباد ہونا مبارک ہو (بہار ہے شادیاں مبارک۔۔۔بولتے تھے)

وہاں فلک پر یہاں زمیں میں رچی تھی شادی مچی تھی دھومیں
اُدھر سے اَنوار ہنستے آتے اِدھر سے نفحات اُٹھ رہے تھے

اب آگے بڑھتے ہیں اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ (وہاں فلک پر)[فلک آسمانوں کو کہتے ہیں]وہاں آسمانوں میں اور یہاں زمیں میں کہ وہاں آسمانوں میں یہ خوشی تھی کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لا رہے ہیں اور زمین میں سرکارِ دوعالم کی روانگی کی دھومیں مچی ہوئی تھیں (وہاں فلک پر۔۔۔ دھومیں) صنعتوں میں ایک صنعت، صنعتِ تضاد ہوتی ہے۔تضاد یہ ہوتی ہے کہ ایک ہی شعر میں ایک چیز کا بیان کیا جائے اور دوسرے ایک لفظ سے اس کی ضد بیان کی

جائے۔ فلک اور زمین ، فلک کا الٹا زمین ہوتا ہے یہ تضادِ لفظی ہے (وہاں فلک پر۔۔۔دھومیں)ہم دیکھیں گے 'رچی تھی' اور 'مچی تھیں' یہ صنعت تجنیس ہے، 'اُدھر' اور 'اِدھر' صنعتِ تضاد ہے (وہاں فلک پر) وہاں آسمانوں میں اور یہاں زمیں کے اندر خوشی مچی ہوئی تھی اور دھومیں برپا تھیں آسمان سے انوار ہنستے ہوئے آتے۔ نفحات، [نفحات خوشبو کے بھپکے کو کہتے ہیں]، زمین سے خوشبوئیں اٹھ رہی تھیں اور آسمانوں سے فرشتے اور انوار اتر رہے تھے اور اس طرح وہاں آسمانوں میں شادی رچی ہوئی تھی اور زمین میں دھومیں مچی ہوئی تھیں۔

یہ چھوٹ پڑتی تھی ان کے رُخ کی کہ عرش تک چاندنی تھی چھٹکی
وہ رات کیا جگمگا رہی تھی جگہ جگہ نصب آئنے تھے

سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے رخِ انور کی یہ روشنی پڑ رہی تھی کہ عرشِ اعظم تک گویا کہ چاندنی چمک رہی تھی، عرشِ اعظم تک اِس کا نور گیا ہوا تھا سرکارِ دوعالم ابھی اپنے گھر میں ہیں مکہ مکرمہ میں ہیں ابھی سفر پر تشریف نہیں لے گئے۔ اس سے اگلے مصرعے میں اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ حرم شریف کے اندر سرکار کی روانگی کا منظر بیان کریں گے۔ ابھی سرکارِ دوعالم اپنے گھر میں ہیں اور سرکارِ دوعالم کے اپنے گھر میں ہونے کے باوجود سرکار کے رخِ انور کی وہ روشنی تھی کہ عرش تک اجالا ہو چکا تھا اور وہ پوری رات اس طرح جگمگا رہی تھی

جس طرح کہ اگر روشنیوں کے درمیان بڑے بڑے آئینے لگا دیے جائیں تو روشنیوں کا عکس ان آئینوں کے ذریعے دس گنا زیادہ پھیلتا ہے اور روشنی بڑھ جاتی ہے۔ اس کا آپ منظر دیکھ سکتے ہیں کہ لاہور کے شاہی قلعے میں ایک شیش محل ہے، شیش محل میں دیواروں کے اندر شیشے کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے لگا دیے گئے ہیں۔ اگر ہم وہاں جاکر صرف ایک ماچس کی تیلی کو بھی روشن کرتے ہیں تو پورا کمرہ مکمل روشنی سے منور ہوجاتا ہے۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ فرمارہے تھے کہ اس وقت ایسے لگ رہا تھا کہ جگہ جگہ پر بڑے بڑے آئینے نصب کر دیے گئے ہیں اور یہ روشنی دس گنا بڑھتی جارہی ہے۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی معراج کی ابتداء سیّدہ اُمِّ ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر سے ہوئی۔ آپ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی چچا زاد بہن [1] ہیں۔ ابھی بھی مسجد الحرام میں ایم ٧٦ نمبر کا ایک ستون ہے، جو سیّدہ اُمِّ ہانی رضی اللہ عنہا کے مکان کی نشانی کے طور پر ہے۔ اس پر ترکیوں نے ایک الگ قسم کا نقشہ بنایا ہوا

---

[1] ”حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم بی بی ام ہانی بنتِ ابی طالب کے گھر آرام فرماتھے۔ مشہور قول یہ ہے کہ بی بی مذکورہ کا نام فاختہ تھا۔ فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئیں۔ آپ کا شوہر جبیرہ فتح مکہ کے دن بھاگ کر نجران کی طرف چلا گیا اور وہیں پر کفر پر مر گیا۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم عشا کی دو رکعتیں (سنت) بعد فرض والی پڑھ کر وہیں پر سوگئے۔ بی بی ام ہانی کے گھر کی چھت چیر کر گھر کے اندر جبرئیل ومیکائیل اور اسرافیل علیہم السلام داخل ہوئے اور ہر ایک کے ساتھ علیحدہ علیحدہ ستر ستر ہزار فرشتے تھے۔ (تفسیر فیوض الرحمٰن اردو ترجمہ وحاشیہ تفسیر روح البیان، پارہ ١٥)

ہے۔ سیّدہ امّ ہانی رضی اللہ عنہا کا مکان مطاف کے قریب ہی ہے۔ مکہ شریف میں سرکارِ دوعالم کو معراج کا واقعہ پیش آیا۔ سیّدہ ام ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر میں سرکارِ دوعالم آرام فرماتے تھے، اللہ تعالیٰ نے سیّدنا جبرائیل علیہ السلام کو سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں بھیجا، انہوں نے آکر (مختلف روایتیں ملتی ہیں) کہ سرکارِ دوعالم آرام فرماتے تھے ایک روایت یہ ملتی ہے کہ انہوں نے اپنے کافوری لب سرکارِ دوعالم کے تلووں سے لگائے تو سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم بیدار ہو گئے۔ پوچھا کہ (حضرت) جبرئیل (علیہ السلام) کیوں آنا ہوا سیّدنا جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ [1]

اِنَّ رَبَّكَ يُقْرِئُكَ السَّلَامَ۔

ترجمہ: بے شک آپ کا رب آپ کو سلام بھیجتا ہے۔

اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو معراج کے لیے دعوت دی سرکارِ دوعالم ان کے ساتھ کعبۃ اللہ میں آئے۔

---

[1] جبریل علیہ السلام نے یہ بھی عرض کی "یامحمد ان ربی تعالی بعثنی الیك امرنی ان اتیه بك فی هذه الیلة بکرامة لم یکرم بها احد قبلك ولا یکرم بها احد بعدك۔"

(تفسیر روح البیان، شیخ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ تعالی علیہ)

یعنی "اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کی طرف بھیجا ہے اور مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں آج کی رات آپ کو تعظیم و تکریم سے لے جاؤں، آپ سے پہلے کسی کی ایسی تعظیم نہ ہوئی اور نہ ہو گی۔"

**نئی دُلھن کی پھبن میں کعبہ نکھر کے سنورا سنور کے نکھرا**
**حجر کے صدقے کمر کے اِک تل میں رنگ لاکھوں بناؤ کے تھے**

اس وقت کی منظر کشی کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ (نئی دُلھن۔۔۔۔ نکھرا) کعبۃ اللہ کو گویا کہ اس طرح سجایا گیا، کعبۃ اللہ نے اپنا سنوار آج رات کی خوشی میں اس طرح کیا جس طرح کہ نئی نویلی دلہن اپنے آپ کو سجاتی [1] ہے۔ وہ پہلے نکھر، نکھر کے سنورا اورسنور کے پھر نکھرا اور اس نے اپنی زیب و زینت کے لیے جس طرح تل ایک حسین جسم پر بناؤ کا ایک انداز ہوتا ہے اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ حجرِ اسود کو تل سے تشبیہ دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ (حجر کے صدقے۔۔۔۔ تھے) کعبۃ اللہ کی کمر میں جو حجرِ اسود کا کالا پتھر ہے گویا ایک تل کی طرح تھا یہ بھی حسن کا ایک انداز تھا جس طرح کہ دلہن جب سجتی ہے تو وہ نئے کپڑے بھی پہنتی ہے اور اپنے حسن کو بتاتی بھی ہے۔

یہ اعتراض کہ کعبۃ اللہ اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو دولہا، دلہن کیوں کہا گیا [2] جیسے کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی معراج میں سرکار کے لیے اگلے

---

[1] زینتِ کعبہ کو نئی دولہن کی زیبائش سے تشبیہ دی ہے۔(فتاوٰی رضویہ جدید، جلد ۱۵، صفحہ ۲۸۴)

[2] قصیدۂ معراجیہ میں اعلیٰ حضرت، امامِ اہلِ سنّت نے دوجگہ لفظ "دلہن" اور چار جگہ لفظ "دولہا" کا استعمال فرمایا۔ کعبہ مشرفہ اور حضور رحمتِ عالم حسن کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے ان کا استعمال کیسا ہے؟
اس پر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے فتاوٰی رضویہ شریف جلد ۱۵ میں صفحہ ۲۸۳ تا ۲۹۱ میں

مصرعہ میں 'نظر میں دولہا کے پیارے جلوے' تو سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کا ایک اسمِ گرامی عروسِ مملکۃ اللّٰہ ، اللہ تعالیٰ کی مملکت کے دولہا ، ہماری درود شریف کی کتابوں میں ملتا ہے[1] اور کعبۃ اللہ کے بارے میں حدیث شریف میں

---

مدلل کلام کیا ہے۔ دلائل وبراہین وہاں ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں۔

[1] جیسا کہ دلائل الخیرات شریف میں ہے:

اللھم صل علی محمد وعلی اٰلہ بحر انوارك ومعدن اسرارك ولسان حجتك وعروس مملکة الله.

اے اللہ (ہمارے آقا) محمد صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم اور ان کی آل پر درود بھیج جو تیرے انوار کے دریا، تیرے اسرار کے معدن اور تیری حجت کی زبان اور تیری سلطنت کے دولہا ہیں۔

امام قسطلانی مواہبِ لدینہ شریف میں نقل فرماتے ہیں:

"انه صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم رأی صورة ذاته المبارکة فی الملکوت فاذا ھو عروس المملکة."

نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے شبِ معراج عالمِ ملکوت میں اپنی ذاتِ مبارکہ کی تصویر ملاحظہ فرمائی تو دیکھا کہ حضور تمام سلطنتِ الٰہی کے دولھا ہیں۔(الموھب اللدنیة، المقصد الخامس)

امام اجل ابو طالب مکی قوت القلوب اور حجۃ الاسلام محمد غزالی احیاء میں فرماتے ہیں: "قال صلی الله تعالی علیه وسلم ان الکعبة تحشر کالعروس المزفوفة (قال الشارح الی بعلھا) وکل من حجھا یتعلق باستارھا یسعون حولھا حتی تدخل الجنة فیدخلون معھا."

(احیاء العلوم، کتاب اسرار الحج، بابِ فضیلۃ البیت) (قوت القلوب، کتاب الحج، ذکرِ فضائل البیت الحرام، بحوالہ فتاوٰی رضویہ جدید، جلد ۱۵، صفحہ ۲۸۸)

یعنی رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: بے شک کعبہ روزِ قیامت یوں اٹھایا جائے گا جیسے شبِ زفاف دولہن کو دولہا کی طرف لے جاتے ہیں، تمام (اہلِ سنّت) جنھوں نے حج مقبول کیا اس کے پردوں سے لپٹے ہوئے اس کے گرد دوڑتے ہوں گے یہاں تک کہ کعبہ اور اس کے ساتھ یہ سب داخل جنّت ہوں گے۔

الفاظ آتے ہیں کہ کعبۃ اللہ قیامت کے دن ایک عروس کی شکل میں ہو گا ایک دلہن کی شکل میں ہو گا اور جن لوگوں نے اس کا طواف کیا ہوا ہے وہ سب اس کے ساتھ سمٹ جائیں گے اور کعبۃ اللہ ان سب کو لے کر جنت میں چلا جائے گا تو کعبۃ اللہ کے ساتھ جو دلہن کی تشبیہ ہے وہ احادیث میں وارد ہوئی ہے، اور سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے لیے دولہا کی تشبیہ اگر حدیث میں وارد نہ بھی ہوتی تو ہم یہ دیکھتے ہیں کہ دولہا کسی بھی برات کا مرکز ہوتا ہے سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم باعثِ تخلیقِ کائنات ہیں، اس لحاظ سے بھی کہ برات میں سے اگر دولہا کو نکال دیا جائے تو کچھ بھی نہیں بچتا جب کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ

"لولاك ما خلقت الافلاك۔"[1]

ترجمہ: "اے محبوب! اگر میں تم کو پیدا نہ کرتا تو نہ میں آسمانوں کو بناتا، نہ زمین کو بناتا۔"

اگرچہ حدیث شریف میں دولہا کا لفظ وارد نہ ہوتا تو معنوی طور پر سرکارِ دو عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کائنات کی جان بھی ہیں جس طرح برات کی جان دولہا ہوتا ہے اس طرح اس دنیا میں سرکارِ دو عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم ہی باعثِ تخلیقِ کائنات ہیں۔

[1] مسند امام احمد عن ابی ہریرۃ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔

نظر میں دولھا کے پیارے جلوے حیا سے محراب سر جھکائے
سیاہ پردے کے منھ پر آنچل تجلّیِ ذاتِ بحت کے تھے

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں (نظر میں دولہا کے پیارے جلوے) اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی عروس کے لفظ کو کہ قیامت کے دن کعبۃ اللہ ایک دلھن کی طرح نکھارا جائے گا اور جتنے بھی طواف کرنے والے ہیں وہ اس سے متعلق ہو جائیں گے اور کعبۃ اللہ ان کو لے کر جنت میں چلا جائے گا۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی عروس (دلہن) کے لفظ کو تشبیہتاً اشارے میں استعمال کرتے ہیں کہ کعبۃ اللہ ایک دلہن کی طرح اپنا سر جھکائے ہوئے ہے اور گویا کہ اس نے سیاہ پردہ منہ منہ پہ ڈالا ہوا ہے اور اس میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذاتِ احدیّت کی تجلیاں چمک رہی ہیں۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ بتاتے ہیں (نظر سے۔۔۔جھکائے) ہم اگر محراب کو دیکھتے ہیں تو محراب گویا اس طرح نظر آتی ہے کہ ایک دلہن نے اپنے سر کو شرم سے جھکایا ہوا ہے (سیاہ پردے۔۔۔۔ آنچل) اور کعبۃ اللہ کو جو غلاف ہے کالا وہ گویا سیاہ ایک اوڑھنی ہے جو کعبۃ اللہ نے اپنے منہ پر ڈالا ہوا ہے اور اس کے چہرے پر جو تجلیات ہیں وہ ذاتِ احدیّت کی ہیں۔

خوشی کے بادل اُمنڈ کے آئے دلوں کے طاؤس رنگ لائے
وہ نغمۂ نعت کا سماں تھا حرم کو خود وجد آ رہے تھے

[طاؤس مور کو کہتے ہیں] اسی حالت میں جب کعبۃ اللہ میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے گئے تو خوشی کے بادل اتنے آئے، اتنے آئے کہ ان کے لیے اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ امنڈ کے آئے کا لفظ استعمال کرتے ہیں کہ (پے در پے بادل آنا)۔ خوشی کے بادل پے در پے آنے لگے اور جو ملائکہ، انسان اور نوری مخلوقات تھیں ان کے دلوں کو مور سے تشبیہ دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ (دلوں کے طاؤس رنگ لائے) طاؤس بذاتِ خود [مور] ایک پرندہ ہے جس میں بہت خوبصورت رنگ ہوتے ہیں، لیکن اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں کہ نوری مخلوق کے جو دل تھے ان پر ایک نیا نکھار، نیا رنگ آ گیا۔ (وہ نغمہ نعت۔۔۔۔) سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی وہ حمد (تعریف) بیان کی جارہی تھی کہ حرم خود وجد کناں تھا اور کعبۃ اللہ خود جھوم رہا تھا۔

یہ جھوما میزابِ زر کا جھومر کہ آ رہا کان پر ڈھلک کر
پھوہار برسی تو موتی جھڑ کر حطیم کی گود میں بھرے تھے

**جھومنے کا عالم:** جن لوگوں نے کعبۃ اللہ کی زیارت کی ہے انہوں نے مشاہدہ کیا ہو گا کہ اس پر سونے کا ایک میزاب یا پرنالہ بنا ہوا ہے اس پر جب بارش کا پانی پڑتا ہے تو اس کے آخر میں ایک پتر الگا ہوا ہے اس پترے پر جب پانی پڑتا ہے تو وہ پترا اہلتا ہے اور جو پانی کعبۃ اللہ کی چھت سے گرتا ہے وہ ایک جگہ دھار بن کر نہیں گرتا بلکہ قطرے قطرے ہو کر پورے حطیم میں پھیل جاتا ہے۔ پہلے جب بھی بارش ہوتی تھی لوگ حطیم میں داخل ہو جاتے تھے تو یہ نہیں ہوتا تھا کہ صرف ایک جگہ پر پانی گر رہا ہے اس کے آگے جو پترا لگا ہوا ہے اس کی وجہ سے سب جگہ پورے حطیم میں پانی کے قطرے گرتے تھے بعض دفعہ تو یہ دیکھا گیا کہ پورے کعبۃ اللہ میں بارش ہو رہی ہے، پورے مطاف میں بارش ہو رہی ہے، لیکن کعبۃ اللہ پر برف گرتی تھی یا اولے پڑتے تھے اور یہ موتی بن کر حطیم میں گرا کرتے تھے لیکن اب مکہ شریف میں بارش ہوتی ہے تو حطیم سے تمام لوگوں کو نکال دیا جاتا ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اسی کو کہتے ہیں (یہ جھوما۔۔ جھومر) جس طرح دلہن اپنے بالوں میں جھومر لگایا کرتی ہیں جو ایک قسم کا زیور ہوتا ہے جو ایک زنجیر کے ساتھ بندھا ہوتا ہے اور مانگ

کے اوپر رکھا جاتا ہے تو اعلیٰ حضرت ﷫ اس سے میزابِ رحمت کی تشبیہ دے رہے ہیں کہ یہ جھومر ہے جو کعبۃ اللہ، دلہن کے سر پہ رکھا ہوا تھا اور وجد کی یہ کیفیت تھی کہ یہ جھومر ڈھلک کر کان پر آ گیا تھا اور جب پھوہار برسی، نور کی بارش ہوئی تو موتی جھڑ کر یا موتی وہاں سے جو برس رہے تھے تو حطیم کی گود میں گر رہے تھے۔ حطیم کو اعلیٰ حضرت ﷫ نے ایک دلہن کی گود سے تشبیہ دی ہے، جس طرح دلہن چار زانو بیٹھتی ہے تو اس کے جھومر سے جو بھی چیز گرے گی وہ اس کی اپنی گود میں گرے گی اعلیٰ حضرت ﷫ اسی سے تشبیہ دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ جب پھوہار برسی تو اس جھومر سے پانی کے قطرے موتی بن کر گرے تو وہ حطیم جو کہ دُلھن ہے اس کی گود میں گرے۔

دُلھن کی خوشبو سے مست کپڑے نسیمِ گستاخ آنچلوں سے
غلافِ مشکیں جو اڑ رہا تھا غزال نافے بسا رہے تھے

غزال ہرن کو کہتے ہیں، ہرن کی ایک قسم ہوتی ہے جس میں نافہ نکلتا ہے[1]۔ نافہ ایک قسم کی تھیلی ہوتی ہے یہ خاص قسم کے ہرن ہوتے ہیں ان میں مشکِ نافہ کی تھیلی ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کی قدرت یہ ہے کہ اس تھیلی میں خون

---

[1] مشک پیدا کرنے والی ہرن کو عربی میں "غزال المسك" کہتے ہیں اور انگریزی میں Musk Deer کہتے ہیں۔

ہوتا ہے اور یہ خون اس ہرن کی تھیلی میں رہنے کے بعد بہت تیز عطر بن جاتا ہے جس کو مشک یا مشکِ اذفر کہا جاتا ہے، بہت قیمتی ہوتا ہے۔ آج سے تقریباً بیس سال پہلے تقریباً ساڑھے سات ہزار ریال کا ایک مشکِ نافہ ملا کرتا تھا، اور اس کی خاصیت بہت گرم ہے۔ اگر یہ اصلی مل جائے تو آدمی ایک قطرہ بھی کھا نہیں سکتا، اس کی بہت تیز خوشبو ہوتی ہے۔ بعض روایتوں[1] میں ملتا ہے کہ

---

[1] رأيت في مختصر الإحياء، للشيخ شرف الدين بن يونس شارح التنبيه، في باب الإخلاص، أن من أخلص لله تعالى في العمل، ولم ينوبه مقابلا، ظهرت آثار بركته عليه، وعلى عقبه إلى يوم القيامة. كما قيل: إنه لما أهبط آدم عليه السلام إلى الأرض، جاءته وحوش الفلاة تسلم عليه وتزوره، فكان يدعو لكل جنس بما يليق به. فجاءته طائفة من الظباء، فدعا لهن ومسح على ظهورهن، فظهر فيهن نوافج المسك، فلما رأى بواقيها ذلك، قلن: من أين هذا لكن؟ فقلن: زرنا صفي الله آدم فدعا لنا ومسح على ظهورنا، فمضى البواقي إليه فدعا لهن، ومسح على ظهورهن، فلم يظهر بهن من ذلك شيء. فقلن: قد فعلنا كما فعلتن فلم نر شيئًا مما حصل لكن، فقيل: أنتن كان عملكن لتنلن كما نال إخوانكن. وأولئك كان عملهن لله من غير شيء فظهر ذلك في نسلهن وعقبهن إلى يوم القيامة انتهى.

حضرت علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ نے حیات الحیوان میں تحریر کیا کہ جب حضرت آدم علیہ السلام زمین پر تشریف لائے تو جنگل کے جانور آپ کی خدمت میں سلام وزیارت کے لیے حاضر ہوئے آپ ہر جنس کے لیے دعا فرماتے یہاں تک کہ ایک ہرنوں کا جھنڈ آیا۔ پس آپ علیہ السلام نے ان کے لیے بھی دعا فرمائی اور ان کی پیٹھ پر شفقت سے ہاتھ بھی پھیرا تو ان میں نافہ کستوری پیدا ہوگئی، ان سے جنگل مہک اُٹھا۔ ایک دوسری جماعت نے ان سے خوشبو کا سبب پوچھا تو انہوں نے کہا جب ہم آپ کی خدمت میں زیارت کے لیے حاضر ہوئے تو آپ نے دعا کے ساتھ ساتھ ہماری پیٹھ پر دستِ شفقت پھیرا جس کے باعث ہم اس خصوصیت سے ممتاز ہوئے، یہ سنتے ہی ہرنوں کا دوسرا جھنڈ حاضر ہوا، آپ نے دعا فرمائی اور ان کی پیٹھ پر ہاتھ مبارک بھی پھیرا مگر خوشبو نمودار نہ ہوئی۔ وہ اپنے ہم جنسوں سے واپسی پر کہنے لگیں ہم نے بھی تمہاری طرح عمل کیا تھا مگر مہک پیدا نہ ہو سکی اس کا کیا سبب ہوا؟ جواباً کہا گیا ہم نے

سیّدنا آدم علیہ السلام جب جنّت سے زمین پر تشریف لائے تو کچھ ہرن سیّدنا آدم علیہ السلام کے پاس ان کی دل جوئی کے لیے حاضر ہوئے۔ سیّدنا آدم علیہ السلام نے ان کی کمر پر ہاتھ پھیرا اور دعا فرمائی تو اس دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے اُن ہرنوں کی نسلوں میں مشکِ نافہ پیدا کر دیا اور اس کے بعد دوسرے ہرنوں کو پتا چلا تو وہ بھی گئے سیّدنا آدم علیہ السلام کی خدمت میں، لیکن ان میں یہ خوبی پیدا نہ ہوئی تو انہوں نے سوال کیا کہ حضور ہم میں یہ خوبی پیدا کیوں نہ ہوئی تو کہا کہ پہلے ہرن جو آئے تھے وہ خلوصِ نیت کے ساتھ گئے تھے جب کہ آپ جو آئے ہو وہ نافے کی لالچ میں آئے ہو۔ خلوص کی اپنی بات ہوتی ہے۔ تو اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ کعبۃ اللہ کے کپڑے وہ خوشبو سے مست تھے، نسیم بادِ بہاری ان کپڑوں کو اس کے منہ سے ہٹا کر گستاخی کر رہی تھی اور کعبۃ اللہ کا کالا غلاف جب اڑ رہا تھا اس مشک بو غلاف میں ایسی خوشبو تھی کہ ہرن آ کر یہاں سے مشک کی تھیلیاں بھر رہے تھے۔

---

تو آپ کی زیارت محض رضائے الٰہی کے لیے کی تھی اور تمہاری حاضری محض خوشبو حاصل کرنے کے لیے تھی۔ اب وہ خوشبو ان کی قیامت تک آنے والی نسلوں میں باقی ہے۔

(حیاۃ الحیوان الکبریٰ، الجزء الثانی، باب الظاء المعجمۃ)

پہاڑیوں کا وہ حُسنِ تزئیں وہ اونچی چوٹی وہ ناز و تمکیں!
صبا سے سبزے میں لہریں آتیں دوپٹے دھانی چنے ہوئے تھے

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اب کعبۃ اللہ سے سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے بیت المقدس کی طرف روانگی کی منظر کشی کرتے ہیں (پہاڑیوں۔۔۔تزئیں) [تزئیں۔ آرائش] پہاڑ اس خوبصورتی کے ساتھ آرائش کیے ہوئے تھے اور مرصّع تھے (وہ اونچی چوٹی۔۔) کہ ان پہاڑیوں کی چوٹی جو کہ بہت اونچی تھی وہ فخر سے اور ناز سے اپنی ایک بلندی دکھا رہی تھی کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم مجھ پر سے گزر رہے ہیں تو اس وقت پہاڑ پر جو سبزہ اُگا ہوا تھا ان میں جب ہوا چل رہی تھی تو ایسے لگ رہا تھا کہ پہاڑوں نے سبز قسم کے کپڑے یا دوپٹے پہنے ہوئے ہیں اور یہ دوپٹے جن میں کہ شبنم کے موتی لگے ہوئے ہیں ایسا لگتا تھا جیسے کہ ہری چادر میں سفید رنگ کے موتی چنے ہوئے ہیں اور یہ چادر ہوا سے ہل رہی ہے۔

نہا کے نہروں نے وہ چمکتا لباس آبِ رواں کا پہنا
کہ موجیں چھڑیاں تھیں دھار لچکا حباب تاباں کے تھل ٹکے تھے

یہ تو اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پہاڑوں کا بیان کیا اب راستے میں جن نہروں پر، جن دریاؤں پر گزرے، اگر ہم کسی لیس (جھالر) کی دکان پر جائیں تو

تین قسم کی چیزیں ہم کو نظر آئیں گی: ایک وہ لمبی نالیاں جو چمکدار ہوتی ہیں جس کے اندر دھاگہ پرویا جاتا ہے، ایک موتی اور ایک گول قسم کے پھول جس کے اندر ستارے ہوتے ہیں جن کے اندر سوراخ ہوتے ہیں۔ عموماً جتنی بھی کڑھائی کے علاوہ جو کام ہوتا ہے اس میں یہ تین چیزیں لگتی ہیں۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (نہا۔۔۔چمکتا) نہر بذاتِ خود پانی پر مشتمل ہوتی ہے۔ نہریں نہا کے تازہ پانی سے غسل کر کے تیار ہو گئی تھیں اور انہوں نے اپنا پرانا مٹی والا جو پانی کا لباس تھا اتار کر صاف و شفاف پانی کا لباس پہن لیا تھا اور یہ پانی کیوں کہ چلتا تھا تو جب چلتا تھا تو اس میں جو نہریں تھیں وہ ایسے لگتا تھا کہ یہ لچکہ لگا ہوا ہے جس میں گول لمبی قسم کی نالیاں ہوتی ہیں یہ (چھریاں) تھیں اور جو اس کی دھار تھی اس میں جو موجیں تھیں یہ چھریوں کی طرح تھیں اور اس کو اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ دھار لچکہ کی طرح تھے جب یہ موجیں الٹتی ہیں تو بلبلے نکلتے ہیں جن کو حباب کہتے ہیں یہ حباب ان موتیوں کی طرح تھے جو کسی لباس میں یا دوپٹے میں سیے جاتے ہیں تو اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (نہا کہ۔۔۔) نہروں نے نہا دھو کر ایک چمکتا ہوا بہتے ہوئے پانی کا لباس پہن لیا اس میں جو موجیں تھیں وہ چھریوں کی طرح تھیں اس میں آرائش کی ہوئی تھی دھار گویا لچکہ تھا اور جو چمکتے ہوئے بلبلے تھے ایسا لگتا تھا کہ موتی ٹکے ہوئے ہیں۔

پرانا پُر داغ ملگجا تھا اُٹھا دیا فرش چاندنی کا
ہجومِ تارِ نگہ سے کوسوں قدم قدم فرش بادلے تھے

جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ ستائیسویں (۲۷ویں) شریف کو معراج ہوئی ہے۔ ستائیسویں (۲۷ویں رجب) [1] رات کو چاند نہیں ہوا کرتا جب چاند نہیں ہوتا تو چاندنی بھی نہیں ہوتی، تو اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ چاند نہیں تھا، یہ بات نہیں ہے، کیوں کہ چاندنی کا جو لباس تھا ملگجا یعنی مٹی والا وہ میلا تھا، پرانا ہو گیا تھا اور سفید چاندنی جب میلی ہو جاتی ہے اور اگر کوئی مہمان آنے والا ہو تو اس کو ہٹا دیا جاتا ہے، چاندنی فرش کے طور پر بچھائی جاتی ہے، اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس صنعت کو استعمال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ چاندنی یہاں ذو معنیٰ صنعت ہے کہ چاندنی سے مراد سفید کپڑا جو کسی مہمان کے آنے پر بچھایا جاتا ہے، کسی اسٹیج کو سجانے کے لیے، تو اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ چاند موجود نہیں تھا اس وقت چاندنی بھی نہیں تھی تو چوں کہ چاندنی کا یہ فرش پرانا

---

[1] اعلم انه قد اشتهر بديار العرب فيما بين الناس ان معراجه صلى الله تعالى عليه وسلم كان لسبع وعشرين من رجب وموسم الرجبية فيه متعارف بينهم۔

جاننا چاہیے کہ دیارِ عرب میں لوگوں کے درمیان مشہور ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کی معراج شریف ۲۷ رجب کو ہوئی اور رجبی کا موسم عرب میں اہلِ عرب کے درمیان مشہور و متعارف ہے۔ (ماثبت بالسنۃ، صفحہ 191)

ہو گیا تھا مٹی والا ہو گیا تھا اس کو ہٹا دیا گیا تھا اور اس کی جگہ نگاہ کے تار، آنکھوں کا جو تار ہے اس کو اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نورانی شعاؤں سے تشبیہ دیتے ہیں۔

(ہجوم۔۔۔۔۔ کوسوں) سینکڑوں میل تک (قدم۔۔۔تھے) بادلہ وہ کپڑا ہوتا ہے جس پر موتی ٹکے ہوئے ہوں۔ تو (ہجوم۔۔۔۔قدم) بادلے کا فرش بچھا دیا گیا تھا، اب بادلے سے مراد، بادلوں کا فرش بھی لے سکتے ہیں کہ بادل ہمیشہ اجلا اور سفید رنگ کا ہوا کرتا ہے اور چاندنی کبھی میلی بھی ہو جاتی ہے، اس وقت چاندنی نہیں تھی اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت کا فائدہ اٹھاتے (ہوئے) کہتے ہیں کہ چاندنی کا فرش پرانا اور میلا ہو گیا تھا اس کو ہٹا دیا گیا اور بادلوں کے سفید رنگ کا بالکل دودھ رنگ کا فرش جو کہ محبوبین، معتقدین اور عاشقین کی آنکھوں کے تاروں سے بنا ہوا تھا بچھا دیا گیا۔

غبار بن کر نثار جائیں کہاں اب اس رہ گزر کو پائیں
ہمارے دل، حوریوں کی آنکھیں، فرشتوں کے پَر جہاں بچھے تھے

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ حسرت کے طور پر کہتے ہیں کہ جب بھی کوئی سواری جاتی ہے تو پیچھے اس سے غبار اٹھتا ہے اور غبار اس طرح ہوتا ہے کہ گویا کہ وہ اپنے محبوب کا پیچھا کرنا چاہتا ہے، غبار یہ چاہتا ہے کہ وہ محبوب کے ساتھ چلے، لیکن اپنی کمزوری کی وجہ سے تھوڑی دیر محبوب کے پیچھے چل کر پھر زمین

پہ بیٹھ جاتا ہے تو اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں (غبار بن کر۔۔۔) ہم غبار بن کر سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی راہ گزر پر نثار ہو جائیں (کہاں اب۔۔۔) ہمارے نصیب میں یہ کہاں کہ ہم اس رہ گزر کو پاسکیں، کس رہ گزر کو جہاں ہمارے دل بچھے ہوئے تھے، حوروں کی آنکھیں اور فرشتوں کے پر سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے استقبال کے لیے بچھے ہوئے تھے۔

خدا ہی دے صبر جانِ پُر غم دکھاؤں کیوں کر تجھے وہ عالَم
جب اُن کو جھرمٹ میں لے کے قدسی جناں کا دولھا بنا رہے تھے

اپنی جان کو صبر کا دلاسہ دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ اے جان تجھے اللہ ہی صبر دے تیرا اشتیاق اپنی جگہ ہے، لیکن تقدیر اپنی جگہ ہے۔ یہ حسرت اپنے محبوب کے مقام کو بیان کرنے کے لیے شاعر استعمال کرتے ہیں (خدا ہی دے۔۔۔پر غم) یہ اپنے آپ کو ملامت کرنے کے ساتھ اپنے محبوب کے وصف کی خوبی بیان کرتے ہیں (کہ خدا ہی دے۔۔۔۔۔عالم) کہ تو اس کی استطاعت ہی نہیں رکھتا (جب ان۔۔۔۔قدسی) جب ملائکہ ان کو جھرمٹ میں لے کر چلے جنت کا دولہا بنانے کے لیے (جب ان۔۔۔۔قدسی جناں) جنت کا دولہا بنا رہے تھے۔

اُتار کر اُن کے رخ کا صدقہ یہ نور کا بٹ رہا تھا باڑا
کہ چاند سورج مچل مچل کر جبیں کی خیرات مانگتے تھے

اب سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کس طرح سنوارا جارہا تھا۔ ہمارے بعض گھرانوں میں اب بھی دلہن کے آنے پر اس کے سر سے بلائیں اتاری جاتی ہیں اور صدقہ دیا جاتا ہے تو سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو جب آسمانوں میں معراج کے لیے، جب بیت المقدس کی طرف روانہ ہو رہے ہیں اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تو بذاتِ خود رحمت ہی رحمت ہیں تو اُن کا صدقہ اس طرح اتارا گیا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ مبارک کے اوپر سے نور بانٹا گیا اور نور کی اتنی بڑی مقدار بانٹی گئی کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے لیے باڑا کا لفظ استعمال کرتے ہیں (اتار کر ان کے رخ کا صدقہ۔۔۔) سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے رخِ مبارک کا صدقہ جب اتارا گیا تو اتنا نور بٹا (کہ نور کا بٹ رہا تھا باڑا) اتنی بڑی مقدار میں بٹ رہا تھا (کہ چاند سورج۔۔۔۔تھے) تو وہاں مانگنے والے کون تھے چاند تھا، سورج تھا[1]

---

[1] ایک اور جگہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

یہ اُن کے جلوے نے کیں گرمیاں شبِ اسریٰ
کہ جب سے چرخ میں ہیں نقرہ و طلائے فلک

ستارے تھے۔ اب چاند کے حصے میں اور سورج کے حصے میں، چاند اور سورج کو ایک ایک پیالوں سے تشبیہ دیتے ہیں کہ گویا یہ گداہیں، سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے رخِ انور کے صدقے میں جو نور کا باڑابٹ رہا ہے اس کی خیرات مانگ رہے ہیں۔

وہی تو اب تک چھلک رہا ہے وہی تو جوبن ٹپک رہا ہے
نہانے میں جو گرا تھا پانی کٹورے تاروں نے بھر لیے تھے

اب ستاروں کے ہاتھ میں کیا آیا، ستاروں کے بارے میں اعلیٰ حضرت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کہتے ہیں (وہی تو اب۔۔۔۔۔۔تھے) وہ تو چاند اور سورج تھے انہوں نے تو سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے چہرۂ مبارک کا جو نور کا صدقہ بٹا وہ پایا اب یہ تاروں کو کیا ملا[1]، کہہ رہے ہیں کہ یہ تارے جو اَب ہم کو جھل مَل کرتے ہوئے، چمکتے ہوئے نظر آتے ہیں یہ کٹورے ہیں جو تاروں نے سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے غسلِ مبارک کا پانی نکلا تھا اس کو کٹوروں میں تاروں نے بھر لیا تھا اسی لیے اب تک چمک رہا ہے۔

---

[1] اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ فرماتے ہیں

ذرّے جھڑ کر تیری پیزاروں کے
تاجِ سر بنتے ہیں سیاروں کے

بچا جو تلووں کا اُن کے دھوون بنا وہ جنّت کا رنگ و روغن
جنھوں نے دولھا کی پائی اُترن وہ پھول گلزارِ نور کے تھے

اب جنّت کو کیا ملا۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں (بچا جو۔۔دھوون) سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک کا صدقہ، جو اتار ملا وہ تو چاند، سورج نے لے لیا، جو نہانے میں پانی گرا تھا وہ تو تاروں نے بھر لیا اب تلووں کے دھونے کا پانی تھا اس سے جنّت میں رنگ و روغن کیا گیا، اس سے جنّت کی آرائش کی گئی اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے جو لباس اقدس پہنے ہوئے تھے اس سے جنّت کے باغ کے پھول بنائے گئے۔ جنت کے اندر جو نورانی پھول ہیں وہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے پہنے ہوئے کپڑوں سے بنائے گئے (بچا جو ان کے۔۔۔۔تھے)۔

خبر یہ تحویلِ مہر کی تھی کہ رُت سہانی گھڑی پھرے گی
وہاں کی پوشاک زیبِ تن کی یہاں کا جوڑا بڑھا چکے تھے

اب سورج جب ایک منزل سے دوسری منزل میں جاتا ہے اس کو علمِ نجوم کی اصطلاح میں ''تحویلِ مہر'' کہتے ہیں۔ تحویلِ مہر کی بہت سی ساعتیں ہوتی ہیں، لیکن ایک ساعت جو تحویلِ مہر کہلاتی ہے وہ یہ ہے کہ دنیا کی قسمت اب بدلے گی اب موسمِ بہار آئے گا، تمام تکلیفیں دور ہو جائیں گی، تمام نحوستیں ٹل

جائیں گی اور اب نور و رحمت کی بارش ہو گی۔ تو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں (خبر یہ۔۔۔گی) تم کو خوش خبری مبارک ہو کہ [یہ زمینی جو منزل ہے اسے منزلِ ناسوت کہتے ہیں] [جو آسمانی منزل ہے اسے منزلِ ملکوت کہتے ہیں] اور جو لامکاں کی منزل ہے اسے منزلِ لاہوت کہتے ہیں]۔ یہ عالمِ ناسوت کا سورج جب عالمِ ملکوت میں تشریف لے جائے گا تو یہ تحویلِ مہر کی خبر ہے اور اس کی بشارت یہ ہے کہ (رت۔۔۔۔تن کی) سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نوری لباس پہن لیا (یہاں کا۔۔۔تھے) ہمارے یہاں ادباً دستر خوان کو اٹھانا نہیں کہا جاتا، دستر خوان کو بڑھانا کہا جاتا ہے اسی طرح جوڑے کو اتارنا نہیں کہا جاتا بلکہ جوڑے کو بڑھانا کہا جاتا ہے سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا کا جو مادّی جوڑا تھا وہ بڑھا کر اب نورانی پوشاک زیبِ تن کی تھی احادیث میں آتا ہے کہ جب سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم معراج کے لیے تشریف لائے تو رضوان اپنے ساتھ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا عمامہ شریف لے کر آیا جو کئی سال پہلے جنّت میں پیدا کیا گیا تھا اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لیے خاص رکھا گیا تھا۔ اس کے ارد گرد چالیس ہزار فرشتے ہر وقت درود اور سلام کے گلدستے پیش کیا کرتے تھے۔ جب رضوان کو اللہ تعالیٰ نے سیّدنا جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ بھیجنے کا حکم دیا تو اُن فرشتوں نے کہا کہ یا اللہ ہم تیرے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بغیر دیکھے ان کے عمامے پر کئی سال سے صلوٰۃ و سلام کے گلدستے نچھاور کر رہے

ہیں، ہمیں بھی یہ شرف بخشا جائے کہ ہم اس عمامے کے ساتھ دنیا میں اُس محبوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی زیارت کے لیے جائیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اجازت دی۔ وہ فرشتے یہ عمامہ شریف لے کر آئے تھے روایتوں میں اس کی تفصیل ملتی ہے۔[1] اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ اس قصیدے میں معراج کی تفصیلات کی طرف نہیں گئے ورنہ احادیث میں جو معراج کی تفصیلات اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ بیان کرتے تو ہو سکتا ہے کہ یہ ہزاروں شعر کی طرف چلے جاتے۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے صرف مبارک باد کی ایک نظم لکھی ہے اوراس میں اُس کیفیت کو بیان کیا گیا ہے کہ اُس وقت کیفیت کیا تھی۔

---

[1] نور کا عمامہ آپ کے سر مبارک پر رکھا۔ ایک روایت اس طرح ہے کہ رضوان نے وہ عمامہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے سات ہزار سال پہلے باندھا تھا، چالیس ہزار فرشتے اس کی تعظیم و تکریم کے لیے اس کے گرد کھڑے تھے جو ہر وقت تسبیح و تہلیل میں مصروف رہتے تھے، ہر تسبیح کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجتے یہاں تک کہ اس رات جبرائیل علیہ السلام اس عمامے کو لائے، چالیس ہزار فرشتے اس عمامے کے ساتھ آئے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی۔ کہتے ہیں کہ اُس عمامے کے چالیس ہزار نقش و نگار تھے اور ہر نقش پر چار لکیریں تھیں: پہلی لکیر پر محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، دوسری پر محمد نبی اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، تیسری پر محمد خلیل اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور چوتھی پر محمد حبیب اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم لکھا تھا۔ پھر جبرائیل علیہ السلام نے نور کی ایک چادر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو پہنائی۔ (معارج النبوۃ، جلد دوم، صفحہ 401)

تجلّیِ حق کا سہرا سر پر صلاۃ و تسلیم کی نچھاور
دو رویہ قدسی پرے جما کر کھڑے سلامی کے واسطے تھے
جو ہم بھی واں ہوتے خاکِ گلشن لپٹ کے قدموں سے لیتے اُترن
مگر کریں کیا نصیب میں تو یہ نامرادی کے دن لکھے تھے

اب نورانی پوشاک کی کچھ تفصیل بیان کرتے ہیں (تجلّیِ حق۔۔۔ پر) سرکار دوعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کے سرِ اقدس پر اللہ تعالٰی کی تجلّیِ حق کا سہرا تھا[1] اور دونوں جانب قدسی [فرشتے] پرے جما کر [صفیں لگا کر] کھڑے سلامی دے رہے تھے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اب پھر حسرت بیان کرتے ہیں (جو ہم۔۔۔ گلشن) اگر ہم اس زمین کی خاک بھی ہوتے (تو لپٹ۔۔۔ اترن) تو سرکار صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کے لباسِ مبارک یا سرکار صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کے غسلِ مبارک کا جو پانی تھا وہ ہم شاید حاصل کرسکتے (مگر کریں۔۔۔ لکھے تھے) مگر کریں کیا کہ تقدیر میں ہمیں اس جگہ پر حاضری نہیں لکھی ہوئی تھی چوں کہ وہاں حاضری نہیں لکھی ہوئی تھی تو ہم تصوّرات میں اس جگہ کی حاضری کا تصوّر کر لیتے ہیں۔

---

[1] اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

کیا بنا نامِ خدا اسرا کا دولھا نور کا
سر پہ سہرا نور کا بر میں شہانہ نور کا

**ابھی نہ آتے تھے پشتِ زیں تک کہ سر ہوئی مغفرت کی شلک**
**صدا شفاعت نے دی مبارک!، گناہ مستانہ جھومتے تھے**

[''زین'' گھوڑے کی پشت پر بیٹھنے کے لیے جو سیٹ کسی جاتی ہے اسے کہتے ہیں] تو براق پر ابھی سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سوار بھی نہیں ہوئے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی امّت کی مغفرت کی بشارتیں سنادی گئیں۔ بعض روایتوں میں آتا ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو جب جبرئیلِ امین (علیہ السلام) نے عرض کی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یہ براق ہے اس پر آپ سوار ہوں، سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے توقف فرمایا۔ کہا: ''میرے واسطے تو یہ ہے میری امّت کے لیے کیا ہے؟'' اس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے سیّدنا جبرئیل علیہ السلام کو پیغام آیا کہ آپ یہ خوش خبری سنادیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کی امّت کی مغفرت فرمادے گا اور ان کا حساب آپ کو سونپ دے گا۔

**سلامی کی توپیں:** تو سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ابھی پشتِ زین تک نہیں پہنچے ہیں، ابھی براق پر بیٹھے بھی نہیں ہیں کہ مغفرت کی بشارت کی توپیں چلادی گئیں (صدا شفاعت۔۔۔مبارک) شفاعت کا جب مقام دیا گیا تو شفاعت نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مبارک باد دی کہ آپ نے اپنی امّت کو بخشوالیا تو اس شفاعت کی، اس تہنیت یا اس مبارک بادی سے گنہگار تو گنہگار جو گناہ تھے وہ

بھی مستانہ وار جھومنے لگے۔ گناہ اس لیے بھی جھومتے تھے کہ خدا تیرا شکر ہے کہ ہماری مغفرت کر دی گئی ورنہ ہماری پاداش میں ، ہماری وجہ سے سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی امت کو اگر عذاب ہوتا اور مغفرت نہ ہوتی تو سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے دل کو رنج پہنچتا، لیکن چوں کہ اب مغفرت کی بشارت سنادی گئی یہ گناہ اب امتیوں کے لیے نقصان دہ نہیں ہیں اس لیے گناہ بھی مستانہ وار جھوم رہے تھے۔

عجب نہ تھا رُخش کا چمکنا غزالِ دم خوردہ سا بھڑکنا
شعاعیں بکے اڑا رہی تھیں تڑپتے آنکھوں پہ صاعقے تھے

مختلف کتابوں میں مختلف تاویلیں کی گئی ہیں [رُخش سے کسی نے رُخش مراد لیا ہے کہ سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا چہرۂ مبارک] اور رُخش سے مراد وہ گھوڑے جیسا جانور یا براق ہے [سواری کے جانور کو بھی رخش کہتے ہیں] عجب نہ تھا اس براق کا چمکنا یا بِدکنا (غزال۔۔۔۔) کہ وہ اس طرح بھڑک رہا تھا کہ اس طرح پریشان ہو رہا تھا، اس طرح بِدک رہا تھا گویا کہ وہ گھبرا گیا ہے۔ اب اعلیٰ حضرت بتاتے ہیں کہ اس براق کا یہ بِدکنا، بھڑکنا [1] یہ وجہ نہیں تھی کیوں

[1] براق کے بدکنے اور شوخی کے حوالے سے فتاوٰی رضویہ میں اعلیٰ حضرت امام اہلِ سنّت نے تفصیلی کلام فرمایا، فرماتے ہیں: ”فاضل عبدالقادر قادری بن شیخ محی الدین اربلی، تفریح الخاطر فی مناقب الشیخ عبدالقادر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ میں لکھتے ہیں کہ جامعِ شریعت و حقیقت شیخ رشید بن محمد جنیدی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کتاب

کہ نور کی بہت تیز شعائیں آرہی تھیں جو اس کی آنکھ پر پڑرہی تھیں اور آنکھ پر نورانی بجلیاں گر رہی تھیں۔ وہاں اتنی نورانیت تھی کہ اس کی آنکھوں پر [جانور جب کوئی تیز چمک دیکھتا ہے تو بدک جاتا ہے] یہ براق تو خود نورانی جانور تھا، لیکن سرکارِ دو عالم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کے رخِ انور پر وہ نور کی تجلیاں تھیں اور اللہ تعالیٰ کا وہ نور برس رہا تھا کہ وہ نورانی جانور بھی بدک گیا اور پھڑک رہا تھا اور

---

حرز العاشقین میں فرماتے ہیں: ان لیلۃ المعراج جاء جبرئیل علیہ السلام ببراق الی رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم اسرع من البرق الخاطف الظاھر ونعل رجلہ کالھلال الباھر ومسمارہ کالانجم الظواھر ولم یأخذہ السکون والتمکین لیرکب علیہ النبی الامین، فقال لہ النبی صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم ،لم لم تسکن یابراق حتی ارکب علی ظھرک، فقال روحی فداءً لتراب نعلک یارسول اللہ اتمنی ان تعاھدنی ان لاترکب یوم القیٰمۃ علی غیر حین دخولک الجنۃ، فقال النبی صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم یکون لک ما تمنیت، فقال البراق التمس ان تضرب یدک المبارکۃ علی رقبتی لیکون علامۃ لی یوم القیٰمۃ، فضرب النبی صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم یدہ علی رقبۃ البراق، ففرح البراق فرحاً حتی لم یسع جسدہ روحہ ونمی اربعین ذراعامن فرحہ۔'' یعنی شبِ معراج جبریلِ امین علیہ الصلاۃ والسلام خدمتِ اقدسِ حضورِ پُرنور صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم میں براق حاضر لائے کہ چمکتی اُچک لے جانے والی بجلی سے زیادہ شتاب رو تھا، اوراس کے پاؤں کا نعل، آنکھوں میں چکا چوند ڈالنے والا ہلال اوراس کی کیلیں جیسے روشن تارے۔ حضورِ پُرنور صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کی سواری کے لیے اُسے قرار و سکون نہ ہوا، سیّدِ عالم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے اُس سے سبب پوچھا: بولا: میری جان حضور کی خاکِ نعل پر قربان، میری آرزو یہ ہے کہ حضور مجھ سے وعدہ فرمالیں کہ روزِ قیامت مجھی پر سوار ہو کر جنّت میں تشریف لے جائیں۔ حضورِ معلّٰی صلوات اللہ تعالی وسلامہ علیہ نے فرمایا: ایسا ہی ہو گا۔ براق نے عرض کی: میں چاہتا ہوں حضور میری گردن پر دستِ مبارک لگادیں کہ وہ روزِ قیامت میرے لیے علامت ہو۔ حضور اقدس صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے قبول فرمالیا۔ دستِ اقدس لگتے ہی براق کو وہ فرحت وشادمانی ہوئی کہ روح اس مقدار جسم میں نہ سمائی اور طرب سے پھول کر چالیس ہاتھ اونچا ہو گیا۔'' (فتاوٰی رضویہ جدید، جلد ۲۸، صفحہ ۴۰۶۔۴۰۷)

چمک رہا تھا (عجب۔۔۔ غزال) [ہرن] (دم خوردہ) گھبرائے ہوئے ہرن کی طرح (بھڑکنا) (شعائیں ٹکے اُڑارہی تھیں) ٹکے کہتے ہیں بڑے بڑے جیسے بادل بھر کر آتے ہیں یا جیسے آپنے دیکھا ہو گا کہ جب دھواں نکلتا ہے تو ایک ساتھ نکلتا ہے پھر رک جاتا ہے پھر دھواں دوبارہ طاقت کے ساتھ آتا ہے تو اس کو ٹکے اڑانا کہتے ہیں (شعائیں۔۔۔ صاعقے) [صاعقے یعنی بجلیاں] آنکھوں پر بجلیاں چمک رہی تھیں۔

ہجومِ اُمّید ہی گھٹاؤ مرادیں دے کر انھیں ہٹاؤ
ادب کی باگیں لیے بڑھاؤ ملائکہ میں یہ غلغلے تھے

اب سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم براق پر سوار ہو گئے (ہجوم۔۔۔) سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی سواری کو امتیوں کی اور تمام مخلوقات کی امیدوں نے گھیر لیا تھا، اب جب کوئی شاہی سواری آتی ہے تو اس میں لوگوں کو ہٹانے کے لیے دو قسم کے کام کیے جاتے ہیں: یا تو لوگوں کو دھکا دے کر دُھتکار کر ہٹایا جائے یا لوگوں کو جو مانگ رہے ہیں ان کو اُن کی من کی مرادیں دے دی جائیں تو لوگ چلے جاتے ہیں۔ تو چوں کہ سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کریم ہیں اور کریم (عَزَّ وَجَلّ) کی دعوت پر جارہے ہیں اور جو امید کا ہجوم ہو گیا ہے تو فرشتے کہہ رہے ہیں (ملائکہ۔۔۔تھے) کہ ملائکہ میں یہ شور مچا ہوا تھا کہ یہ جو امیدوار

آئے ہیں، یہ جو امیدیں آئی ہیں ان کو ان کی امیدیں دو، ان کی دلی مراد دو اور ان کو روانہ کرو۔ (ہجومِ۔۔۔ہٹاؤ) دھکادے کر نہیں بلکہ ان کو ان کی مرادیں دو تاکہ یہ روانہ ہو جائیں (ادب کی باگ) [باگ لگام کو کہتے ہیں] فرشتوں میں یہ آواز تھی کہ ادب سے سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی براق کی باگ کو لو اور آگے بڑھاؤ اور جو یہ ہجومِ امید ہے ان کو ان کی مرادیں دے کر ان کو روانہ کرو۔

اُٹھی جو گردِ رہِ منوّر وہ نور برسا کہ راستے بھر
گھرے تھے بادل بھرے تھے جل تھل اُمنڈ کے جنگل اُبل رہے تھے

سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب تشریف لے جارہے ہیں تو اتنا نور برسا کہ گویا نور کی برسات سے ایسے لگ رہا تھا کہ جنگل اس نور سے ابل رہے ہیں۔ (اٹھی جو۔۔۔تھے) نور کی کثرت کا بیان ہے۔ اب اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملامت کر رہے ہیں کہ چاند تو کہاں چلا گیا تھا تیرے میں عقل نہیں ہے تیرے دماغ نے کام نہیں کیا۔ سرکارِ دوعالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب وہاں تشریف لے جارہے تھے تیرے میں اتنی عقل بھی نہیں ہوئی کہ تو تھوڑی سی ان کے راہ گزر کی خاک لے لیتا تو تیرے منہ پر یہ جھائیاں جو آئی ہوئی ہیں، یہ نشان آئے ہوئے ہیں۔ اگر تو یہ ملتا تو تیرے چہرے سے یہ جھائیاں دور ہو جاتیں۔

ستم کیا کیسی مت کٹی تھی قمر وہ خاک ان کے رہ گزر کی
اُٹھا نہ لایا کہ ملتے ملتے یہ داغ سب دیکھتا مٹے تھے
بُراق کے نقشِ سُم کے صدقے وہ گُل کھلائے کہ سارے رستے
مہکتے گلبن لہکتے گلشن ہرے بھرے لہلہا رہے تھے

[براق خچر سے بڑا اور گھوڑے سے چھوٹا جانور تھا] کچھ روایتوں میں آتا ہے کہ اس کے پر تھے[1] کسی میں آتا ہے دو پر تھے کسی میں ہزاروں کی تعداد میں پر آئے ہیں، واللہ اعلم۔ سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خاص سواری تھی۔ سیّدنا جبرئیلِ امین (علیہ السلام) کو جب حکم ہوا کہ جنّت میں جاؤ اور سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے لیے براق لے کر جاؤ (جب سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم براق پر

---

[1] میں نے ایک سواری گدھے سے بڑی خچر سے چھوٹی کھڑی دیکھی جس کا چہرہ آدمی کا سا تھا، کان گوش فیل کی مانند، اس کے پاؤں گھوڑے کے پاؤں جیسے، گردن شیر جیسی، سینہ خچر جیسا، جس کی دُم اونٹ کے دم کے مشابہ تھی، ٹانگیں گائے جیسی اور سُم گائے کے سُموں کی طرح تھے۔ اس کی ران پر دو پَر تھے جن سے اس کی پنڈلیاں ڈھکی ہوئی تھیں، جب وہ اُن پَروں کو کھولتا مشرق و مغرب کو ڈھانپ لیتا، جب اکٹھے کرتا تو اس کے پہلو میں برابر آجاتے۔ سینہ سُرخ یاقوت کی مانند چمک رہا تھا، اس کی پیٹھ سے سفید بجلی کوندتی تھی، ٹانگیں سبز زمرد، دم مرجان، سر اور اس کی گردن سُرخ یاقوت سے پیدا کی گئی تھی، بہشتی زین اُس پر کَسی ہوئی تھی جس کے ساتھ سُرخ یاقوت کے دو رکاب آویزاں تھے، اس کی پیشانی پر ''لَا اِلٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ'' لکھا ہوا تھا۔ (معارج النبوّۃ، جلد دوم، صفحہ 403)

تشریف لے جارہے تھے تو انہوں نے کہا کہ میری امّت کے لیے کیا ہو گا تو سیّدنا جبرئیلِ امین (علیہ السلام) نے امّت کی مغفرت کی بشارت دی اور یہ بھی بشارت دی کہ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے امتی پل صراط سے گزریں گے تو ان کے لیے ہم ایسا براق لائیں گے کہ جو پلک جھپکنے میں ان کو پل صراط سے پار کرادے گا۔

تو اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ (براق کے نقشِ سم۔۔۔صدقے) [سم، گھوڑے کے پاؤں میں جہاں پر نعل لگائی جاتی ہے اس کو سم کہتے ہیں] (براق۔۔۔صدقے) اس کا جو نشان بنتا تھا (وہ گل کھلائے) وہ پھول کھلائے کہ سارے راستے تمام گلبن مہک گئے، تمام گلشن لہک رہے تھے اور یہ ہرے بھرے پھول اور باغات لہلہا رہے تھے۔

نمازِ اقصیٰ میں تھا یہی سِرّ عیاں ہوں معنئ اوّل آخر
کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر جو سلطنت آگے کر گئے تھے

اب سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی سواری مسجدِ اقصیٰ میں پہنچی۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی حکمت یہ بیان کرتے ہیں (نمازِ۔۔۔سِر) کل صبح کسی کو موقع ملتا کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم، حضرت آدم علیہ السلام سے افضل ہیں؛ سیّدنا ابرہیم علیہ السلام سے کیسے افضل ہیں، تو اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ بتا

رہے ہیں کہ اس راز کو بیان کرنا تھا کہ جب سرکارِ دوعالم ﷺ مسجدِ اقصیٰ میں تشریف لے گئے تو سیّدنا آدم علیہ السلام سے لے کر سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام تک جتنے بھی انبیائے کرام (علیہم السلام) دنیا میں تشریف لا چکے تھے وہ سب موجود تھے اور سرکارِ دوعالم ﷺ نے سب کی امامت فرمائی[1]۔ یہ امامت افضیلت کی دلیل ہے۔ اس کے بعد تمام انبیائے کرام علیہم السلام نے خطبے دیے ان خطبوں کا بیان احادیث کی کتابوں میں ملتا ہے۔[2] تو سرکارِ دوعالم ﷺ نے جب خطبہ دیا اور

---

[1] قال جبرئیل صلی خلفك کل نبی بعثه الله عزوجل۔ (تفسیر ابنِ کثیر)
یعنی جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا اللہ کے ہر مبعوث نبی نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی۔
"پھر" میرا ہاتھ جبرائیل علیہ السلام نے پکڑ کر آگے مصلیٰ پر کھڑا کر دیا، میں نے سب کو نماز پڑھائی جب میں فارغ ہوا جبرائیل علیہ السلام نے مجھ سے کہا کہ آپ کو خبر ہے کن لوگوں نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی؟ میں نے کہا نہیں۔ اُنہوں نے کہا جتنے نبی بھیجے گئے ہیں سب نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی۔
(تنویر السراج فی لیلۃ المعراج، مؤلفہ اشرف علی تھانوی)

[2] حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:
الحمد لله الذی اتخذنی خلیلا واعطانی ملکاعظیما وجعلنی امة قانتایؤتم بی وانقذنی من النار وجعلها بردا وسلامًا۔
حمد اس خدا تعالیٰ کے لیے ہے جس نے مجھے اپنا خلیل بنایا اور عظیم ملک بخشا اور مجھے امام اور فرماں بردار کیا اور تنہا مجھے امّت کہا اور لوگوں کا مقتدا بنایا اور آتشِ نمرود سے نجات دی، اسے میرے لیے ٹھنڈا اور سلامتی بنایا۔
پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:
الحمدلله الذی کلمنی تکلیما واصطفانی وانزل علی التوراة وجعل اهلاك فرعون ونجاةبنی اسرائیل علی یدی وجعل من امتی قومًا یهدون بالحق وبه یعدلون۔

حمد اس خدا تعالیٰ کے لیے ہے جس نے مجھے اپنا کلیم بنایا اور مجھے منتخب کیا۔ مجھے توریت عطا فرمائی، میرے ذریعے فرعون کو ہلاک کر کے بنی اسرائیل کو نجات دی، مجھے ایسی امّت دی جن کی تعریف میں فرمایا: یَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ یَعْدِلُوْنَ۔ (سورۂ اعراف:۱۵۹)

پھر حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا:

الحمد للّٰہ الذی جعل لی ملکا عظیما وعلمنی الزبور والان لی الحدید وسخر لی الجبال یسبحن معی والطیر وآتانی الحکمۃ وفصل الخطاب۔

حمد اس خدا کے لیے جس نے بڑی بادشاہت عطا فرمائی، مجھے زبور کی تعلیم بخشی اور مجھے خوش الحانی عطا فرمائی، سخت لوہے کو میرے ہاتھ میں موم کر دیا، پہاڑوں اور پرندوں کو میرے لیے مسخر کر دیا جو میرے ساتھ تسبیح کرتے اور مجھے حکمت اور حق و باطل کے درمیان فیصلہ کرنے کی صلاحیت عطا فرمائی۔

پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا:

الحمد للّٰہ الذی سخر لی الریاح وسخر لی الشیاطین یعملون ماشئت من محاریب وتماثیل وعلمنی منطق الطیر وآتانی ملکا لا ینبغی لأحد من بعدی وجعل ملکی ملکا طیبا لیس فیہ حساب۔

حمد اس خدا تعالیٰ کے لیے ہے جس نے ہواؤں کو میرے لیے مسخر کر دیا اور جنوں کے لشکر کو میرے زیرِ فرمان کیا، جو کچھ میں اُن سے چاہتا کرواتا، محاریب و تماثیل، پرندوں کی زبان مجھے سکھائی اور مجھے بہت بڑی سلطنت جس کی تعریف ان الفاظ میں کی: "لاینبغی لاحد من بعدی" (اور جو میرے بعد کسی کے لیے نہیں) عطا کی اور ملک و مال کو اس حد تک پاکیزہ کیا جس کا کوئی حساب نہیں ہے۔

پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

الحمد للہ الذی جعلنی کلمتہ وجعلنی مثل آدم خلقہ من تراب ثم قال لہ کن فیکون وعلمنی الکتاب والحکمۃ والتوراۃ والانجیل وجعلنی أخلق من الطین کھیئۃ الطیر فانفخ فیہ فیکون طیرًا باذن اللہ تعالیٰ وجعلنی ابرئ الأکمۃ والأبرص وأحیی الموتیٰ باذن اللہ تعالیٰ ورفعنی وطھرنی أعاذنی وامی من الشیطان الرجیم فلم یکن للشیطان علینا سبیل۔

حمد اس خدا تعالیٰ کے لیے ہے کہ مجھے اپنا کلمہ بنایا، مجھے آدم علیہ السلام کی مانند کُن فرما کر پیدا فرمایا، مجھے شکمِ مادر میں اپنی کتاب کی تعلیم دی، حکمت کا وہ خزانہ جو توریت اور انجیل کے اَسرار و رموز جو پردۂ اخفا میں چھپے ہوئے تھے مجھے بخشے، مٹی سے پرندے کی صورت بنا کر اس میں پھونکتا تو وہ اپنی

اپنے فضائل بیان کیے[1] [تحدیثِ نعمت کے طور پر]، تمام انبیائے کرام علیہم السلام نے متفقہ طور پر سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی افضلیت کا اقرار کیا[2]۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں (نمازِ۔۔۔ سِر) [سر یعنی راز] (عیاں

---

قدرتِ کاملہ سے اسے زندہ کر دیتا، کوڑھیوں، بہروں اور مادرزاد اندھوں کو میرے سپرد کیا، مجھے زندہ آسمان پر اُٹھایا اور تمام آلائشوں سے پاک وصاف کیا، مجھے اور میری والدہ کو شیطان کے شر سے اس طرح محفوظ رکھا کہ کسی بھی حیثیت سے وہ ہم پر اثر انداز نہ ہو سکا۔ (شرح الشفاء، للقاضی عیاض)

الحمد لله الذی أرسلنی رحمة للعالمین وکافة للناس بشیرا ونذیرا، وأنزل علی الفرقان فیه تبیان کل شیءٍ، وجعل أمتی خیر أمة أخرجت للناس، وجعل أمتی وسطا، وجعل أمتی هم الاولون وهم الآخرون، وشرح لی صدری، ووضع عنی وزری، ورفع لی ذکری، وجعلنی فاتحا وخاتما۔ (سبل الھدیٰ والرشاد، جلد ۳، صفحہ ۱۲۱)

[1] سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے جس نے مجھے سارے جہانوں کے لیے سراپا رحمت بنا کر بھیجا اور تمام لوگوں کے لیے بشیر اور نذیر بنا کر مبعوث فرمایا اور مجھ پر فرقان نازل کیا۔ اس میں ہر چیز کا واضح بیان ہے اور میری امّت کو تمام امتوں سے افضل بنایا اور اسے لوگوں کی بھلائی کے لیے پیدا کیا اور میری امّت کو وسط بنایا۔ میری امّت ہی اوّل وآخر ہے، مجھے شرحِ صدر کی نعمت سے نوازا، میرا بوجھ مجھ سے اُٹھا لیا، میرے ذکر کو میرے لیے بلند فرمایا اور مجھے فاتح اور خاتم بنایا۔

[2] تمام حضراتِ انبیائے کرام علیہم السلام نے آپ کو بہت بڑے مراتب پر فائز المرام ہونے پر مبارکباد پیش کی اور کہا:

الحمد لله الذی جعلك خاتم الانبیاء فنعم النبی انت ونعم الاخ انت وامتك خیر الامم۔

"جملہ تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے جس نے آپ کو خاتم الانبیا بنایا، آپ بہتر پیغمبر اور اچھے ساتھی اور آپ کی امّت خیر الامم ہے۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بالکل قریب حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے، ان کے دائیں جانب حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کے بائیں جانب حضرت اسحاق علیہ السلام کھڑے

ہوں)[ ظاہر ہوں ](معنٰی اوّل آخر) کہ اوّل و آخر کے معنٰی ظاہر ہو جائیں کہ سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم خِلقت میں سب سے پہلے ہیں اور بعثت میں سب سے آخری ہیں۔ سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی نبوّت کا اعلان سب سے آخر میں ہوا اور خِلقت میں سب سے پہلے ہیں اور سب سے افضل ہیں اس کی دلیل یہ تھی کہ (دست بستہ۔۔۔ حاضر) ہاتھ باندھے ہوئے پیچھے حاضر ہیں (جو سلطنت۔۔۔تھے)[ دست بستہ کہتے ہیں ادب سے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونے کو ]۔ اعلیٰ حضرت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے نماز کی مناسبت سے یہ محاورہ استعمال کیا ہے کہ نماز میں آدمی ہاتھ باندھ کر کھڑا ہوتا ہے (کہ دست۔۔۔حاضر)۔ تمام انبیائے کرام جو آگے سلطنتِ نبوّت کے جو بادشاہ تھے سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پیچھے کھڑے ہوئے ہیں اور سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ان کی امامت فرما رہے ہیں[1]۔ سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم امام الانبیاء ہیں اور سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ان سب

---

تھے۔ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پیچھے انبیاو رسل علیہم السلام نے سات صفیں بنائیں۔ (تفسیر فیوض الرحمٰن اردو ترجمہ تفسیر روح البیان)

[1] امام شرف الدین بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اسی کو اپنے قصیدۂ بُردہ شریف میں یوں ذکر کرتے ہیں:

وَقَدَّمَتْكَ جَمِيْعُ الْاَنْبِيَآءِ بِهَا
وَالرُّسُلِ تَقْدِيْمَ مَخْدُوْمٍ عَلٰى خَدَمِ

”آپ کو تمام انبیاو رُسل نے امامت کے لیے آگے بڑھایا اس طرح سے جیسے مخدوم کو خادمین پر آگے کیا جاتا ہے۔“

سے افضل ہیں نمازِ اقصٰی میں یہی راز تھا کہ اوّل و آخر کے معنٰی ظاہر ہو جائیں (کہ دست۔۔۔۔۔۔تھے)۔

یہ اُن کی آمد کا دبدبہ تھا نکھار ہر شے کا ہو رہا تھا
نجوم و اَفلاک جام و مینا اُجالتے تھے کھنگالتے تھے
نقاب الٹے وہ مہرِ انور جلالِ رخسار گرمیوں پر!
فلک کو ہیبت سے تپ چڑھی تھی تپکتے انجم کے آبلے تھے

اب سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم آسمانوں کی طرف روانہ ہوتے ہیں۔ (یہ ان کی ۔۔۔ ہو رہا تھا)(نجوم و افلاک) [نجوم۔ تارے، افلاک۔ آسمان] (جام۔۔۔تھے) جب گھر میں مہمان آتا ہے تو گھر والے، گھر کے برتن دھوتے ہیں، ان کو دھو کر، ان کو سکھا کر، ان کو چمکا کر رکھتے ہیں تو سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم جب معراج پر تشریف لے جارہے تھے تو جب آسمانوں سے گزرے تو آسمان اپنے تاروں کو اور اپنے چاند کو (اور) اپنے سورج کو چمکا کر اجلا کر کے تیاری کر رہا تھا (یہ ان کی آمد۔۔۔۔تھے)۔ (نقاب الٹے۔۔۔ انور) سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کے چہرۂ اقدس پر، روایتوں میں آتا ہے کہ، ستّر ہزار نقاب ہیں سرکار صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم اگر ایک نقاب کو ہٹا دیں تو یہ کائنات سرکار صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کے جلوؤں کے جلال کو برداشت نہ کر سکے۔ سرکارِ

دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سیّدنا صدّیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے ہیں کہ ”میری حقیقت کوئی نہیں جانتا سوائے میرے رب کے [1]“۔ تو سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا حُسنِ نورانی وہ ہے کہ جب یہ جلال پر ہے۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب اپنے منہ (چہرہ) سے (نقاب الٹے وہ مہرِ انور) مہر سورج کو کہتے ہیں جب وہ منوّر سورج اپنے نقاب کو الٹ کر چوں کہ اب سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نورانی مخلوق میں جارہے ہیں نورانی لباس پہنے ہوئے ہیں تو سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے رخسار کا جو جلال تھا وہ ایسا تھا کہ (فلک کو۔۔۔ تھی) آسمانوں کو بخار آ گیا تھا اور بخار کی وہ ہیبت تھی کہ گویا کہ تاروں میں آبلے پڑ گئے ہیں۔ آسمانوں میں آبلے پڑ گئے ہیں جس طرح کہ بخار میں آبلے پڑ جاتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے جلال کا بیان کر رہے ہیں (نقاب الٹے۔۔۔۔ تپ چڑھی تھی) [تپ چڑھنا یعنی بخار آنا] (۔۔۔ آبلے تھے) [آبلے کہتے ہیں وہ دانے کہ جس میں پانی بھرا ہوتا ہے] وہ ٹپک رہے تھے۔

---

[1] مولانا حسن رضا خاں حسؔن بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (برادرِ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں:

اک جھلک دیکھنے کی تاب نہیں عالم کو  
وہ اگر جلوہ کریں کون تماشائی ہو

(ذوقِ نعت)

یہ جوشِشِ نور کا اثر تھا کہ آبِ گوہر کمر کمر تھا
صفائے رہ سے پھسل پھسل کر ستارے قدموں پہ لوٹتے تھے

موتی کیا ہوتا ہے، نیسان کی بارش کا پہلا قطرہ جب سیپ میں پڑتا ہے تو یہ موتی بنتا ہے۔موتی بذاتِ خود پہلی بارش کا پہلا قطرہ ہوتا ہے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے نور (کی کثرت) کا یہ اثر تھا کہ موتیوں کی جو چمک تھی وہ کمر تک آگئی تھی (صفائے۔۔تھے) اور سرکار دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی راہِ مبارک اتنی چکنی اور اتنی صاف و شفاف تھی کہ جب ستارے اس پر پاؤں رکھتے تھے تو پھسل کر، سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے قدموں میں گر جاتے تھے (صفائے۔۔۔۔تھے)۔

بڑھا یہ لہرا کے بحرِ وحدت کہ دُھل گیا نامِ ریگِ کثرت
فلک کے ٹیلوں کی کیا حقیقت یہ عرش و کرسی دو بلبلے تھے

[ریگ کہتے ہیں ریتی کو] بحرِ وحدت میں ایک ایسی موج اٹھی۔ اللہ تعالیٰ (جَلَّ جَلَالُہٗ) واحد ہے اور وہاں دوئی کا کوئی تصور نہیں، سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کو اللہ (عَزَّ وَ جَلَّ) نے اپنے دیدار کے لیے بلایا تو بحرِ وحدت کی تجلیاں بڑھ کر آئیں اور ایسی تجلیات آئیں کہ کثرت کی ریگ ساری دھل گئی۔ جس طرح کہ جب پانی کی موج آتی ہے تو ساری ریت چلی جاتی ہے۔

اس طرح کثرت کی ساری ریت، کثرت کی ساری آلائشیں ختم ہو گئیں اور اس وقت آسمان کے ٹیلوں کا کیا کہنا اس کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہ عرش و کرسی بھی اس بحرِ وحدت کی تجلیات کے مقابلے میں جو اللہ تعالیٰ کی تجلیات کا نور آیا اس کے مقابلے میں ان کی کوئی حیثیت نہیں تھی بلکہ عرش و کرسی بھی بحرِ وحدت کے نور کے سامنے دو بلبلے تھے۔

وہ ظِلِّ رحمت وہ رخ کے جلوے کہ تارے چھپتے نہ کھلنے پاتے
سنہری زَرْبفت اودی اطلس یہ تھان سب دھوپ چھاؤں کے تھے

سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی رحمت کا سایہ اور سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے رخ کے وہ رنگین جلوے تھے کہ تارے کبھی تو چمکتے تھے اور کبھی ان کی چمک ماند پڑ جاتی تھی۔ (زربفت اور اودی اطلس)[یہ دو قیمتی کپڑے ہیں۔ یہ سرخ رنگ کے ہوتے ہیں جس میں چاندی کے تار بنے ہوئے ہوتے ہیں] چاندی کے تار کا بنا ہوا کپڑا جب آپ ہلائیں گے زربفت کا تو اس میں جب چاندی کا تار چمکے گا تو آپ کی آنکھ پر شعاع آئے گی، تو یہ تارے چمک بھی رہے تھے اور بند بھی ہو جاتے تھے تو گویا دھوپ چھاؤں بھی ایک کپڑا ہے اس میں بھی چاندی کے تار ہوتے ہیں تو کبھی تو وہ روشن، کسی زاویے سے آپ کو روشنی نظر آتی ہے، کسی زاویے سے سیاہ نظر آتا ہے۔ اعلیٰ حضرت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کہتے ہیں کہ (وہ

ظلِّ رحمت۔۔پاتے) سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے نور کی تجلی میں یہ تارے چمکنا چاہتے تھے لیکن ان کی چمک باربار ماند پڑ جاتی تھی گویا کہ یہ سنہری زربفت ہے یا اودی اطلس ہے یا سب راستے میں تھان بچھے ہوئے ہیں دھوپ چھاؤں کپڑے کے۔

چلا وہ سروِ چماں خراماں نہ رک سکا سدرہ سے بھی داماں
پلک جھپکتی رہی وہ کب کے سب این و آں سے گزر چکے تھے

(چلا وہ سر۔۔۔خراماں) چمن میں سرو ہی ایک پودا ہوتا ہے جس سے محبوب کی قدو قامت کو تشبیہ دیتے ہیں شاعر اپنے محبوب کے قدو قامت کو، اس کے چلنے کو تشبیہ دیتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا چلنا اس حسین سروِسہی کے قدو قامت کی طرح چلنا ہے کہ جب سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لے جارہے تھے تو ایسا نہیں ہوا کہ سدرہ پہ رکے ہوں۔[''سدرہ'' ایک مقام ہے عرشِ اعظم کے بعد، یہاں نوری مخلوق کی انتہا ہے۔ سیّدنا جبرئیل علیہ السلام کا آخری مقام ہے] یہاں پر آکر سیّدنا جبرئیل علیہ السلام بھی رک گئے، سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم لامکاں تشریف لے گئے تو یہ سروِچماں، یہ چمن کا سرو جب چلا[سدرہ بذاتِ خود ایک بیری کا درخت ہے] اسی مناسبت سے اعلیٰ حضرت نے سروِچماں کا لفظ استعمال

کیا ہے، کہ جب یہ سروِ چماں چلا، یہ چمن کا سرو جب چلا تو سدرہ جو بیری کا درخت ہوتا ہے، اس میں ہلکے سے کانٹے ہوتے ہیں جو دامن کو روک لیتے ہیں تو سدرہ نے روکنے کی کوشش کی لیکن نہیں روک سکا۔ (چلا وہ سروِ۔۔۔خراماں) وہ خراماں خراماں اس طرح چلا (نہ رک سکا۔۔۔داماں) کہ اس مقامِ سدرہ پہ بھی رکا نہیں۔ (پلک۔۔۔۔کے) تمام ملائکہ اور نوری مخلوق کی انتہا تھی ان کی پلکیں جھپکتی رہیں اور سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم برق کی طرح (سب این و آں) سب یہ اور وہ، اِدھر اُدھر سب سے سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم گزر چکے، مقامِ ملکوت سے آگے مقامِ جبروت پر تشریف لے گئے (چلا وہ۔۔۔تھے)۔ دنیا میں مکۂ مکرمہ سے بیت المقدس تک سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم جب تشریف لے گئے تو براق کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ براق کا ایک قدم وہاں تک جاتا تھا جہاں تک اس کی نگاہ جاتی ہے۔[1] [ایک سیکنڈ میں 186000 میل] جب کہ دوسری روایتوں

---

[1] اخرج عبدبن حمید عن سلمة بن دهرام اذ یغشی السدرة مایغشی قال استاء ذنت الملائکة الرب تبارك وتعالی ان ینظروا الی النبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم فاذن لهم فخشیت الملئکة السدرة لینظروا الی النبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم ۔

عبدبن حمید سلمہ بن دہرام سے: "اذیغشی السدرة مایغشی" کی تفسیر میں روایت کرتے ہیں کہ ملائکہ نے اللہ تعالیٰ سے حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کو دیکھنے کی اجازت طلب کی، اللہ تعالیٰ نے انہیں اجازت دے دی تو وہ سب سدرہ پر آبیٹھے اور جمالِ محمدی دیکھنے کے لیے سدرہ کو ڈھانک لیا۔

(تفسیر درِّ منثور، جلد۶، صفحہ ۱۲۶، روح المعانی، پارہ ۲۷، صفحہ ۴۴)

اس کا نام "سدرة المنتہیٰ" کیوں ہے، اس کی وجہ امام نووی نے یہ بتائی ہے کہ ملائکہ کا علم اس سدرہ تک اپنی انتہا کو پہنچ جاتا ہے اور اس کے آگے ہمارے نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے علاوہ کوئی نہ جاسکا اس لیے اسے "سدرة المنتہیٰ" کہا جاتا ہے۔ (شرح صحیح مسلم)

میں یہ بھی ملتا ہے کہ سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تین جگہ رکے: پہلے مدینۂ منوّرہ، سیّدنا جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی کہ حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم یہاں دو رکعت نفل ادا فرمالیں کہ یہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ہجرت کی جگہ ہے، پھر اس کے بعد سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بیت اللحم میں [جہاں سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کی جگہ ہے] وہاں پر دو رکعت نفل ادا کیے اور تیسری سیّدنا موسیٰ علیہ السلام کی قبرِ انور سے گزرے، تین جگہوں پر سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم رکے بھی اور نوافل بھی ادا کیے۔ یہ مقام کیوں کہ متبرک مقام ہیں، ہمارے لیے تو یہ دلیل ہے کہ تبرکات کی جگہوں پر نفل پڑھنا بھی سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے ثابت ہے۔ تو اب یہ کہ اتنی تیز سواری یہ اس کی رفتار ہے ضروری نہیں کہ وہ اتنی تیز چلے، یہ اس کی رفتار کا اندازہ ہے ورنہ اس کے لیے ایک قدم کا بھی فاصلہ نہیں تھا (براق کے لیے) مکۂ مکرمہ سے بیت المقدس تک کم و بیش ساڑھے تین ہزار کلومیٹر ہے جب کہ اس کا ایک قدم تاحدِّ نظر تھا یعنی 186000 میل فی سیکنڈ تک اس کا ایک قدم تھا۔ یہ اس کی رفتار تھی[۱]۔ سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اسی براق پر تشریف لے گئے۔[۲]

---

[۱] مسلم شریف کی حدیثِ پاک میں براق کا یوں ذکر ہے:

يَقَعُ خَطْوُهُ عِنْدَ أَقْصٰى طَرْفِهٖ یعنی جہاں اس کی نظر کی انتہا پہنچتی وہاں اس کا ایک قدم پڑتا۔
(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الاسراء برسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم)

[۲] قال فسرت فقال: انزل فصل ففعلت فقال: أتدري أين صليت؟ صليت بطيبة وإليها

المهاجر، ثم قال: انزل فصل فصليت، فقال: أتدري أين صليت؟ صليت بطور سيناء حيث كلم الله عز وجل موسى عليه السلام، ثم قال: انزل فصل فنزلت فصليت: فقال: أتدري أين صليت؟ صليت ببيت لحم حيث ولد عيسى عليه السلام۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے (سفرِ معراج شریف کا بیان کرتے ہوئے) فرمایا: "... پھر میں آگے چلا تو جبرئیل نے عرض کی آپ یہاں اتر جائیے۔ پھر جبرئیل نے وہاں نماز ادا کی اور میں نے بھی ادا کی، پھر جبرئیل نے عرض کی: کیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جانتے ہیں کہ آپ نے کس مقام پر نماز ادا فرمائی ہے؟ (پھر خود ہی جواب دیا) آپ نے طیبہ میں نماز ادا فرمائی ہے اور (ایک دن) اِسی مقام کی طرف آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہجرت فرمائیں گے۔ پھر (ایک دوسرے مقام پر) جبریل نے عرض کی: یہاں اتر جائیے۔ پھر جبرئیل نے وہاں نماز ادا کی اور میں نے بھی ادا کی، پھر جبرئیل نے عرض کی: کیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جانتے ہیں کہ آپ نے کس مقام پر نماز ادا فرمائی ہے؟ (پھر خود ہی جواب دیا) آپ نے طورِ سینا کے مقام پر نماز ادا فرمائی ہے، جہاں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا تھا۔ پھر (ایک تیسرے مقام پر) جبرئیل نے عرض کی: یہاں اتر جائیے۔ پھر جبرئیل نے وہاں نماز ادا کی اور میں نے بھی ادا کی، پھر جبرئیل نے عرض کی: کیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جانتے ہیں کہ آپ نے کس مقام پر نماز ادا کی ہے؟ (پھر خود ہی جواب دیا) آپ نے "بیتِ لحم" کے مقام پر نماز ادا فرمائی ہے جو کہ حضرت عیسیٰ علیہ سلام کی جائے پیدائش ہے۔"

(سنن نسائی، کتاب الصلوٰۃ، باب فرض الصلاۃ....، رقم الحدیث 448، تفسیر در منثور، تحت سورۃ اسراء، شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ، المجلد الثامن، المقصد الخامس)

جھلک سی اک قدسیوں پر آئی ہوا بھی دامن کی پھر نہ پائی
سواری دولھا کی دور پہنچی برات میں ہوش ہی گئے تھے
تھکے تھے روح الامیں کے بازو چھٹا وہ دامن کہاں وہ پہلو
رکاب چھوٹی امید ٹوٹی نگاہِ حسرت کے ولولے تھے[1]

(جھلک۔۔۔۔آئی) فرشتوں نے دیکھا تو صحیح، لیکن کیسے دیکھا، ان پر ایک جھلک سی آئی (ہوا بھی۔۔۔پائی) پھر سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی دامن کی جو ہوا تھی وہ بھی دوبارہ نہیں ملی (سواری۔۔۔۔تھے) برات میں جو براتی تھے وہ تو سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے نور میں ایسے مست ہوئے کہ ان کو پتا ہی نہیں چلا، ایک جھلک آئی، اس کی جھلک میں یہ مستانے ہوگئے، بے گانے ہوگئے، ایک جھلک دیکھی اس کے بعد دولھا کے دامن کی ہوا بھی نہیں پائی اب جو ساتھ چل رہے تھے (روح الامین) اب ان کا کیا حال ہوا (تھکے تھے۔۔۔۔ بازو) سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی رفتار کے سامنے سیّدنا روح الامین کے بازو، اس رفتار کا

---

[1] اس کو اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ ایک مقام پر یوں فرماتے ہیں:

کہتی تھی یہ براق سے اس کی سبک روی
یوں جایئے کہ گردِ سفر کو خبر نہ ہو

مقابلہ نہ کرسکے۔(چھوٹا وہ دامن) ان کے ہاتھ سے سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا ساتھ چھوٹ گیا۔(کہاں وہ پہلو) کہاں وہ ساتھ چلنا (رکاب چھوٹی) رکاب بھی چھوٹ گئی۔(امید ٹوٹی) ہم ان صنعتوں کی طرف نہیں گئے ورنہ چھوٹی، ٹوٹی، رکاب، امید، تھکے تھے، چھوٹا تھا، کہاں۔ یہ سب الفاظ میں اگر ہم جائیں گے تو ایک ایک شعر میں ۲۲، ۲۲؛ ۲۳، ۲۳ صنعتیں ہیں یہ فصاحت و بلاغت میں پڑھائی جاتی ہیں۔ بلاغت کی ۲۴۴ صنعتیں ہیں اور شاعر تکلفاً صنعتوں کا استعمال کرتے ہیں۔ تو اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صرف ظہر کی محفل کے بعد، عصر سے پہلے، تقریباً آدھا گھنٹہ اس میں سے اعلیٰ حضرت آرام بھی فرماتے تھے گھر والوں کو بھی وقت دیتے تھے بعض روایتوں میں آیا ہے کہ اذان اور جماعت کے درمیان اور بعض روایتوں میں آیا ہے کہ ظہر اور عصر کے درمیان یہ ۶۷ شعر لکھے ہیں، تو یہ تکلفاً نہیں ہے۔ ایک ہوتی ہے آمد، ایک ہوتی ہے آورد [آورد یہ کہ آدمی سوچ سوچ کے وزن قافیہ ملاتا ہے اور شعر لکھتا ہے]، ایک ہوتا ہے کہ شاعر کے اپنے جذبات اس کو خود بہ خود لکھنے پرآمادہ کر دیتے ہیں خود بہ خود لفظ آجاتے ہیں اور خود بہ خود اس کے منہ سے شعر نکلنے لگتے ہیں۔

**روش کی گرمی کو جس نے سوچا دماغ سے اک بھبو کا پھوٹا**
**خِرَد کے جنگل میں پھول چمکا دَہَر دَہَر پیڑ جل رہے تھے**

(روش کی۔۔۔سوچا) اب سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی راہ کی تیزی کو اور اس کی نورانیت کو جس نے سوچا تو اس کے دماغ میں بھبوکا یعنی ایک شعلہ پھوٹ گیا۔ (خرد کے۔۔چمکا) جو عقل سے سوچنا چاہے کہ سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کہاں تشریف لے گئے، کس طرح تشریف لے گئے، وہ تو لامکاں ہے وہاں سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کس طرف گئے تو کہتے ہیں کہ جو اس طرح سوچنے کی کوشش کرے گا اس کے جنگل میں اس کے خرد یعنی عقل کے جنگل میں پھول چمکا (کہ دہر تھے) عقل کے سارے درخت وہاں جل چکے تھے۔ وہاں عقل کی گنجائش ہی نہیں ہے سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جہاں تشریف لے گئے وہاں یہ بھی نہیں تھا کہ کہاں سے چلے ہیں، کہاں گئے ہیں کدھر سے آئے تھے کدھر گئے تھے۔ یہ تو عقل کی بات ہو رہی ہے (روش کی۔۔۔ پھول چمکا دہر دہر) [پھول چمکا یعنی شعلہ چمکا] (دہر دہر) ہر جگہ عقل کے پیڑ جل رہے تھے۔

جِلو میں جو مرغِ عقل اڑے تھے عجب بُرے حالوں گرتے پڑتے
وہ سدرہ ہی پر رہے تھے تھک کر چڑھا تھا دم تیور آ گئے تھے
قوی تھے مرغانِ وہم کے پر اڑے تو اڑنے کو اور دم بھر
اٹھائی سینے کی ایسی ٹھوکر کہ خونِ اندیشہ تھوکتے تھے

(جلو میں۔۔۔ اڑے تھے) سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ ساتھ چلتے آدمی کا ایک تصور ہوتا ہے تو آدمی جب سوچتا ہے تو (جلو میں) جو عقل کے مرغ اڑے تھے (عجب۔۔۔ پڑتے) ان کا عجب برا حال ہو گیا کہ وہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی تیزی کا ساتھ، جہاں (سیّدنا) جبرئیل امین (علیہ السلام) نہیں دے سکتے وہاں دوسرے کسی کی عقل کیا دے سکتی ہے۔ تو ان کا برا حال ہوا۔ گرتے پڑتے تھے وہ سدرہ پر ہی رہے تھے تھک کر یہ عقل کی جتنی تیزی تھی اور جتنے تصورات تھے یہ سب آ کر سدرہ پر ان کو دم چڑھ گیا ان کی سانس پھول گئی وہیں رک گئے تھے۔ (وہ سدرہ۔۔۔ تھے) ابھی عقل تو رک گئی، اب وہم اس کی اڑان عقل سے زیادہ ہے۔ ایک تو ہوتا ہے عقل جو دلیل کے ساتھ چلے، وہم تو بغیر دلیل کے چلتا ہے۔ (قوی تھے۔۔۔ پر) اب جو وہم کے مرغ تھے وہ عقل سے زیادہ قوی تھے (اڑے۔۔۔ دم بھر) ایک سیکنڈ تک اور بھی وہ دم بھر اڑے

تو اب کیا ہوا (اُٹھائی۔۔۔ ٹھوکر) ان کے سینے پہ ایسی ٹھوکر لگی کہ اندیشے کا خون ان کے سینے سے نکل رہا تھا، حالاں کہ جب کسی کے سینے پر ٹھوکر ماری جائے تو اس کو خون کی قے ہوتی ہیں تو کہہ رہے ہیں کہ جو وہم کے پرچوں کہ مضبوط تھے تو جو عقل کے مرغ تھے وہ تو رک گئے سدرہ پر وہم کے پر تھے وہ تھورے قوی تھے تھوڑا اور آگے بڑھے، لیکن ان کے سینے پر ایسی ٹھوکر لگی کہ اندیشہ کا خون ان کے سینے سے نکل رہا تھا۔

سُنا یہ اتنے میں عرشِ حق نے کہ لے مبارک ہوں تاج والے
وہی قدم خیر سے پھر آئے جو پہلے تاجِ شرف ترے تھے
یہ سن کے بے خود پکار اٹھا نثار جاؤں کہاں ہیں آقا
پھر اُن کے تلووں کا پاؤں بوسہ یہ میری آنکھوں کے دن پھرے تھے

(سنا یہ اتنے میں عرشِ حق نے) سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی سواری عرشِ مبارک تشریف لے گئی۔ سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کو عرش سے فضیلت حاصل نہیں ہوئی، بلکہ عرش کو اگر فضل ملا ہے تو سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی ذاتِ اقدس سے ملا ہے۔ سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم وہ ذاتِ اقدس ہیں کہ جب سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم عرشِ اعظم پر تشریف لے گئے تو فرشتوں نے ندا دی کہ اے عرش واہ تیری قسمت، خوش بخت ہے تو کہ تیری قسمت کے

دن پھرے ہیں جو قدم کہ پہلے تیرے سر کا تاج تھے دوبارہ تیرے سر پر آئے ہیں۔ (سنا یہ۔۔۔ والے) تاج والے مبارک ہوں (وہی قدم۔۔۔ تھے) جو تیرے شرف کا تاج تھے وہ دوبارہ تیری طرف آ گئے ہیں۔ (یہ سن کر۔۔۔ آقا) ایک تجلی پڑی اور اس کے بعد اس کو بھی کچھ نظر نہیں آیا (یہ سن کے بے خود پکار اٹھا نثار جاؤں کہاں ہیں آقا پھر ان کے تلووں کا پاؤں بوسہ یہ میری آنکھوں کے دن پھرے تھے) سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے تلووں کا مجھے بوسہ ملے (یہ میری۔۔۔ تھے)۔

جھکا تھا مجرے کو عرشِ اعلیٰ گرے تھے سجدے میں بزمِ بالا
یہ آنکھیں قدموں سے مَل رہا تھا وہ گرد قربان ہو رہے تھے

(جھکا تھا مجرے کو عرشِ اعلیٰ) عرشِ اعلیٰ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کو جھک گیا تھا (گرے تھے سجدے میں بزمِ بالا) تمام نورانی مخلوق سجدے میں تھی[1]۔ یہ عرشِ اعظم سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں سے آنکھیں

---

[1] میں نے بہت سے صف بستہ فرشتے دیکھے یہ تمام فرشتے سجدے میں تھے، میں نے انہیں سلام کیا، سر اُٹھا کر اُنہوں نے سلام کا جواب دیا اور پھر سجدے میں چلے گئے، سجدے میں وہ یہ تسبیح پڑھتے تھے:
"سبحان الخالق العظیم سبحان الذی لا مقر ولا ملجاء الا الیہ سبحان العلی الاعلی۔"
میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا آسمانِ سوم کے فرشتوں کی یہ عبادت ہے؟
فرمایا: ہاں، اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے یہ عبادت آپ اور آپ کی امّت کو عطا فرمائے۔ میں نے دعا کی تو مجھے یہ

مل رہا تھا[1]۔ اور یہ تمام مخلوق جو نورانی تھی سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اردگرد قربان و نچھاور ہو رہے تھے (جھکا تھا مجرے) [مجرا یعنی تعظیم] (کو عرشِ۔۔۔۔۔رہے تھے)۔

ضیائیں کچھ عرش پر یہ آئیں کہ ساری قندیلیں جھلملائیں
حضورِ خورشید کیا چمکتے چراغ مُنھ اپنا دیکھتے تھے
یہی سماں تھا کہ پیکِ رحمت خبر یہ لایا کہ چلیے، حضرت!
تمھاری خاطر کشادہ ہیں جو کلیم پر بند راستے تھے
بڑھ، اے محمد! قریں ہو، احمد! قریب آ، سرورِ مجدّ! صلی اللہ علیہ وسلم
نثار جاؤں یہ کیا ندا تھی یہ کیا سماں تھا یہ کیا مزے تھے

(ضیائیں) [چمک] کچھ روشنیاں عرش پر آئیں کہ عرش کی ساری قِندیلیں جھلملائیں ماند پڑ گئیں۔ سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے چہرۂ انور کی وہ روشنی تھی کہ عرشِ اعظم کی قِندیلیں ان کے سامنے ماند پڑ گئیں۔ (حضورِ خورشید کیا

---

عبادت عطا فرمائی، ہر رکعت میں دو سجدے فرض قرار دیے، کیوں کہ فرشتوں نے سر اُٹھا کر میرے سلام کا جواب دیا اور پھر سجدہ کیا۔ (معارج النبوّۃ، جلد دوم، صفحہ 426)

[1] شیخ عبد الحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ محدثین اور اہلِ سیر کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ
چوں رسید آنحضرت بعرش دست زد عرش بداماں اجلال وے۔ (مدارج النبوّۃ، جلدِ اوّل، صفحہ ۱۰۷)
جب اللہ تعالیٰ کے حبیب عرشِ اعظم پر جلوہ افروز ہوئے تو عرش نے آپ کا دامنِ رحمت پکڑ لیا۔

چمکتے) قِندیل کچھ بھی ہو، ایک چراغ ہے جو ایک شیشے کے اندر یا موتیوں کے اندر چمک رہا ہے۔ سورج کے سامنے اس کی کیا حیثیت ہے۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں ضیائیں کچھ عرش پر ایسی آئیں کہ اس کی ساری قندیلیں جھلملا گئیں۔ (حضورِ خورشید کیا چمکتے) سورج کے سامنے کیا چمکے گا۔ یہ چراغ اپنا منہ دیکھ رہے تھے کہ ہم کہاں چمک سکتے ہیں اس نورانی چہرۂ مبارک کے سورج کے سامنے۔

(یہی سماں تھا کہ پیکِ رحمت) اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت کا ایک منادی آیا۔ وہ یہ خبر لایا کہ حضرت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم چلیے، عرشِ اعظم پر سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم رونق افروز ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے پیغام لایا، حدیث شریف میں آتا ہے کہ "اُدْنُ یَا اَحْمَدُ" صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم [1]۔ اے احمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم قریب ہو۔ "اُدْنُ یَا مُبَارَكُ" اے مبارک قریب ہو۔ "اُدْنُ یَا خَیْرَ الْبَرِیَّةِ"۔ [مختلف الفاظ حدیث شریف میں آئے ہیں] تو اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہی عرشِ

---

[1] نادانی منادبلغة أبی بکر: قف إنّ ربّك یصلّی، فبینا أنا أتفکّر فی ذلك فأقول: هل سبقنی أبو بکر؟ فإذا النداء من العلی الأعلی، أُدن یا خیر البریة، أُدن یا محمّد، أُدن یا أحمد، لیدن الحبیب۔ (المواهب اللدنیة، المقصد الخامس: الاسرآء والمعراج، الجزء ۲، صفحة ۴۸۲)

یعنی "کسی آواز دینے والے نے مجھے ابو بکر کی زبان میں آواز دی: ٹھہریے، آپ کا رب صلاۃ فرمارہا ہے۔ میں اسی خیال میں تھا کہ کیا ابو بکر نے مجھ پر سبقت کی کہ علوِّ اعلیٰ سے ندا آئی: اے خیر البریۃ (مخلوق میں سب سے بہترین)! قریب آیئے اے محمد، اے احمد قریب آیئے! حبیب کو نزدیک آنا چاہیے۔"

اعظم پر مسند نشینی کا سماں تھا کہ رحمت کا پیغام دینے والا یہ پیغام لایا (کہ چلیے حضرت) آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تشریف لائیے (تمہاری خاطر) وہ رستے کھلے ہیں جو کہ کلیم (علیہ السلام) پر بند تھے۔ سیّدنا موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ (عَزَّ وَ جَلَّ) سے عرض کی کہ "قَالَ رَبِّ اَرِنِیۡۤ اَنۡظُرۡ اِلَیۡكَ" اللہ (عَزَّ وَ جَلَّ) مجھے اپنا جلوہ دکھا [1]، اللہ تعالیٰ (عَزَّ وَ جَلَّ) کی طرف سے یہ فرمایا گیا: "لَنۡ تَرٰىنِیۡ" تو اللہ تَعَالٰی عَزَّ وَ جَلَّ کی شان ہے کہ کہیں تو جو طلب کر رہا ہے اس کو کہہ دیا جاتا ہے کہ تم دیکھ نہیں سکتے کیوں کہ صرف محبوب علیہ السلام کی آنکھیں ہی ہیں جو میرا جلوہ دیکھ سکتی ہیں۔ (تمھاری خاطر۔۔۔ کلیم پر) [کلیم سیّدنا موسیٰ علیہ السلام کا لقب ہے] (بند راستے تھے) سیّدنا موسیٰ علیہ السلام کو جن راستوں پر چلنے نہ دیا گیا جو سیّدنا موسیٰ علیہ السلام پر (دیدارِ الٰہی کے راستے) بند تھے اور (وہ) آپ کے لیے کھلے ہوئے ہیں۔ ندا کیا تھی (بڑھ اے محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ۔۔۔) اے محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم آپ آگے بڑھیے (قریں ہوں) [اُدۡنُ یَا اَحۡمَدُ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم]۔

اعلیٰ حضرت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ایک اور جگہ فرماتے ہیں ؎

نہ عرش ایمن نہ اِنِّیۡ ذَاهِبٌ میں میہمانی ہے
نہ لطفِ اُدۡنُ یَا اَحۡمَد نصیبِ لَنۡ تَرَانِیۡ ہے

---

[1] سورۃ الاعراف: آیت ۱۴۳۔

تو یہاں ندا دی گئی کہ اُدْنُ یَا اَحْمَدُ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم۔ تو اعلیٰ حضرت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: اے محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم آگے بڑھیے اے محمد صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم قریب آیئے (قریب آ سرورِ ممجد) اے عظمت والے بادشاہ اور اے عزّت والے محبوب آپ آگے بڑھیے (نثار جاؤں۔۔۔۔۔تھے)۔

تَبَارَکَ اللّٰہُ شان تیری تجھی کو زیبا ہے بے نیازی
کہیں تو وہ جوشِ لَنْ تَرَانِیْ کہیں تقاضے وصال کے تھے

اب اعلیٰ حضرت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: (تبارک اللہ۔۔۔۔۔بے نیازی) اللہ بے نیاز ہے اللہ صمد ہے اسی کی شان تبارک اللہ ہے (کہیں تو۔۔۔لن ترانی) کہیں تو لن ترانی کا جوش ہے اور (کہیں تقاضے۔۔۔تھے) کہیں خود بلایا جا رہا ہے:

خرد سے کہہ دو کہ سر جھکا لے گماں سے گزرے گزرنے والے
پڑے ہیں یاں خود جہت کو لالے کسے بتائے کدھر گئے تھے

اب اس منزل پر (خرد سے کہہ دو کہ سر جھکا لے) عقل سے کہہ دو کہ سلامتی اسی میں ہے کہ اپنے سر کو جھکا لے۔ عقل کی بات کر رہے ہو وہ تو ایسے مقامات ہیں جہاں گمان بھی نہیں پہنچ سکتا (گماں۔۔۔کو لالے) یہاں

سمت کو خود لالے پڑ گئے ہیں، سرکار ﷺ وہاں تشریف لے گئے جہاں سمت ہی نہیں تھی۔ (پڑے یہاں خود جہت) جہت [یعنی سمتوں] کو لالے پڑ گئے ہیں۔ (کسے بتائیں۔۔تھے) وہاں سمت ہی نہیں تھی تو اب کس کو بتائیں کس طرف گئے تو اس لیے اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سلامتی اسی میں ہے کہ (خِرد سے۔۔۔۔تھے)۔

سراغِ اَیْن و مَتیٰ کہاں تھا نشانِ کَیْفَ و اِلیٰ کہاں تھا
نہ کوئی راہی نہ کوئی ساتھی نہ سنگِ منزل نہ مرحلے تھے

(اَیْنَ) [کہاں]، (متیٰ) [کب] عربی سوالیہ لفظ ہیں: کَیْفَ [کیسے]، اِلیٰ [طرف] چار لفظ سوال کے لیے استعمال ہوتے ہیں کہ آدمی کہاں گیا، کب گیا، کس طرف گیا اور کیسے گیا، تو اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ چاروں لفظوں کی یہاں گنجائش نہیں ہے کیوں کہ یہاں کوئی ساتھی ہی نہیں ہے۔ نہ رستے میں کوئی نشان لگے ہوئے ہیں، نہ کوئی جہت یعنی سمتیں ہیں نہ کوئی مکان ہے کہ آدمی بتائے۔ (سراغِ۔۔۔تھا) این یعنی کہاں متیٰ یعنی کب، وہاں این و متیٰ کا کوئی سراغ نہیں تھا، کیف و الیٰ کا کوئی نشان ہی نہیں تھا کیسے گئے اور کس طرف گئے اس کا بھی کوئی نشان نہیں تھا۔ (نہ کوئی راہی) نہ کوئی ساتھی تھا (نہ سنگِ منزل)

نہ راستے میں نشان لگے ہوئے تھے (نہ مرحلے تھے) نہ وہ طبقہ وار منزل آتے ہیں۔ تو کسی کو پتا ہی نہیں ہے۔

اُدھر سے پیہم تقاضے آنا اِدھر تھا مشکل قدم بڑھانا
جلال و ہیبت کا سامنا تھا جمال و رحمت ابھارتے تھے
بڑھے تو لیکن جھجکتے ڈرتے حیا سے جھکتے ادب سے رکتے
جو قرب انھیں کی روش پہ رکھتے تو لاکھوں منزل کے فاصلے تھے
پر ان کا بڑھنا تو نام کو تھا حقیقتاً فعل تھا اُدھر کا
تنزّلوں میں ترقی افزا دَنیٰ تدَلّٰی کے سلسلے تھے

(ادھر سے۔۔۔ آنا) اللہ تعالیٰ (عَزَّ وَ جَلَّ) کی طرف سے تقاضے ہو رہے تھے اُدْنُ یَا اَحْمَدُ اور سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم، ہیبت اور جلالت، اور شرم و حیا سے قدم بڑھانا مشکل ہو رہا تھا۔ تو جلال و ہیبت یہ کہہ رہے تھے کہ قدم نہ بڑھائے جائیں لیکن جمال اور رحمت یہ کہتے تھے کہ اب جمال ہے اور رحمت ہے تو آگے بڑھا جائے۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان دونوں کے تقاضے بیان کر رہے ہیں کہ (اُدھر سے پیہم۔۔ آنا) اُدھر سے پیہم تقاضے ہو رہے تھے۔ (اِدھر تھا مشکل قدم بڑھانا) اس کی وجہ کیا تھی (جلال و ہیبت کا سامنا تھا۔۔۔۔ تھے)۔

(بڑھے تو۔۔۔) سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم قریب ہوئے لیکن جھجکتے ہوئے ڈرتے ہوئے (حیا۔۔۔ رکتے جو رکھتے) اگر انہی کی چال پر قرب رہتا(لاکھوں۔۔۔تھے)تو لاکھوں کروڑوں سال لگ جاتے مقامِ دَنٰی فَتَدَلّٰی [1] تک نہ پہنچ سکتے لیکن (پر اُن۔۔۔ تھا)ان کا بڑھنا صرف نام کا تھا فاعلِ حقیقی اللہ تعالیٰ تھا۔

(تنزلوں میں ترقی افزا) تنزل ایک مقام ہے جو تصوّف میں بیان کیا جاتا ہے جب اللہ تعالیٰ (جَلَّ جَلَالُہٗ) کی صفات کا کسی پر جلوہ ہو۔ تو اس میں اتنی ترقی تھی کہ (دنا فتدلٰی کے سلسلے)[دَنٰی قریب ہونا، تدلّٰی تو پھر زیادہ قریب ہو گیا] سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم اللہ تعالیٰ کی قربِ خاص کی منزلوں میں جو تشریف لے گئے تو ان کا بڑھنا اپنی طرف سے نہیں تھا بلکہ اللہ تعالیٰ (عزوجلّ) کا فعلِ حقیقی تھا کہ سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم اللہ تعالیٰ کے قربِ خاص میں تشریف لے گئے۔

---

[1] ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰیO فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰیO (پارہ ۲۷، سورۃ النجم، آیت ۸،۹)
ترجمہ: پھر وہ جلوہ نزدیک ہوا، پھر خوب اتر آیا تو اس جلوے اور اس محبوب میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم۔

ہوا یہ آخر کہ ایک بجرا تموّجِ بحرِ ھُوَ میں ابھرا
دَنیٰ کی گودی میں ان کو لے کر فنا کے لنگر اٹھادیے تھے

بجرا= چھوٹی کشتی،ناو؛ تموّج=موجیں اٹھنا؛ بحر=سمندر؛ھُوَ= وہ، مراد اللہ تعالیٰ؛بحر ھو=بحر وحدت۔

اس شعر میں اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مختلف فنون کو سمیٹتے ہوئے مقامِ فنااور مقامِ بقاء کی کیفیت کو بیان کیاہے اورایک منظر کا تخیل سامع کے سامنے لاتے ہوئے بتایا کہ جس طرح ایک چھوٹی سی کشتی کو عظیم موج اپنی طاقت سے جب بہاکرلے جاتی ہے تو اپنی طاقت سے طے کیے جانے والے فاصلے سے ہزاروں گنازیادہ فاصلہ اس موج کی قوت اسے طے کرا دیتی ہے۔اللہ تعالیٰ کے کرمِ خاص نے سرکار کو قربِ خاص کی منزل عطا کرکے ان کو ہمیشہ کے لیے فنا سے دور بقاء باللہ کے مرتبے پر ایسافائز کردیا کہ اب کوئی اس قرب کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔[1]

---

[1] اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

بندہ ملنے کو قریبِ حضرت قادر گیا
لمعۂ باطن میں گمنے جلوۂ ظاہر گیا

کسے ملے گھاٹ کا کنارہ کدھر سے گزرا کہاں اتارا
بھرا جو مثلِ نظر طرارا وہ اپنی آنکھوں سے خود چھپے تھے

(کسے ملے گھاٹ کا کنارہ) اس سمندر کا کنارہ کس کو مل سکتا ہے۔ (کدھر۔۔اتارا) سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کہاں سے گزرے اور سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی منزل کون سی تھی۔ (بھرا جو مثلِ نظر طرارا) جب سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر وہ نورانی بارشیں ہوئیں تو سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق ہم کیا بتائیں، سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم خود اپنی آنکھوں سے چھپ گئے تھے (بھرا جو مثلِ نظر طرارا۔۔۔۔۔تھے)۔

اُٹھے جو قصرِ دنٰی کے پردے کوئی خبر دے تو کیا خبر دے
وہاں تو جا ہی نہیں دوئی کی نہ کہہ کہ وہ بھی نہ تھے ارے تھے

(اٹھے جو قصرِ دنا کے پردے) دنٰی فتدلٰی محل کے جو پردے اٹھے (کوئی خبر۔۔۔دے) کوئی اس کی خبر کیسے دے سکتا ہے (وہاں تو۔۔۔) وہاں تو دوئی کی جا (جگہ) ہی نہیں ہے (نہ کہہ کہ وہ ہی نہ تھے) یہ نہیں کہہ کر کہ وہ نہیں تھے (ارے تھے) اگرچہ وہاں پر دوئی کی جا نہیں ہے، لیکن سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم تھے بھی اور سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیدار ہوا بھی، کس طرح ہوا، یہ دیدار کرانے

والا جانتا ہے اور دیدار کرنے والا جانتا ہے۔ وہاں کیا کیا وحی اتریں یہ کسی کو پتا نہیں ہے۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی کیفیت آگے بیان کریں گے۔

وہ باغ کچھ ایسا رنگ لایا کہ غنچہ و گُل کا فرق اٹھایا
گرہ میں کلیوں کے باغ پھولے گلوں کے تکمے لگے ہوئے تھے
محیط و مرکز میں فرق مشکل رہے نہ فاصل خطوط واصل
کمانیں حیرت میں سر جھکائے عجیب چکر میں دائرے تھے

(وہ باغ کچھ ایسا رنگ لایا) اس ملاقات کو، اس زیارت کو اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (وہ باغ ایسا رنگ لایا۔۔ گرہ۔۔۔۔تھے) [تکمے بٹن کو کہتے ہیں] (گرہ میں کلیوں کے باغ پھولے) کلیاں ہمیشہ باغ کے اندر پھولتی ہیں، کلیاں باغ میں اُگتی ہیں، لیکن یہ ایسی کلیاں تھیں کہ اس کے اندر باغ تھے۔ یہ اللہ تعالیٰ (عزوجل) کی تجلّیات کے وہ جلوے تھے جو کسی کی سمجھ میں نہیں آسکتے تو اس کو تلمیحاً اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک ایسے باغ سے تشبیہ دے رہے ہیں کہ جس کی کلی کے اندر پورا باغ آیا ہوا ہے اور یہ کلیاں بھی باغ کے اندر دیدہ زیب ہیں۔

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (ایک جگہ) لکھا ہے:

"گلاب گلشن میں دیکھے بلبل یہ دیکھ گلشن گلاب میں ہے"

اب اگر کوئی آدمی کہنا چاہے کہ یہ سب بات سمجھ نہیں آتی تو آپ جیومیٹری(Geometry) پر آجائیں۔ جیومیٹری میں مرکز کے ارد گرد جو دائرہ ہوتا ہے اس کو محیط کہتے ہیں۔ دائرے(Circle) کے بیچ کا جو فاصلہ ہوتا ہے اس کو قطر(Diameter) کہتے ہیں سرکل دائرے کا جو ریڈیس(Radius) (یعنی نصف قطر) ہوتا ہے۔ سرکل کے ارد گرد کا جو دائرہ ہے وہ حدود ہے، لیکن یہ فرضی دائرہ ہے۔ اصل جو مرکز ہے، وہی دائرے پر حکم کرنے والا ہے۔ آپ مرکز بدل دیں دائرہ خود بہ خود اپنی جگہ سے حرکت کر جائے گا۔ آپ مرکز میں رہ کر اگر فاصلہ بدل دیں (ریڈیس) بدل دیں تو محیط دور چلا جائے گا۔ اگر آپ مرکز کو ہٹا دیں تو دائرہ اپنی جگہ سے چلا جائے گا۔ اب آپ یہ بتائیں کہ (محیط و مرکز میں فرق مشکل) محیط اور مرکز میں فرق کرنا مشکل ہے۔ (رہے نہ۔۔۔واصل)، خط اُسے کہتے ہیں جو دو نقطوں کو جوڑے، تو ملانے والا خط اگرچہ ہم کو نظر آتا ہے ملانے والا لیکن وہ یہ بتاتا ہے کہ دونوں میں فاصلہ ہے اگرچہ وہ ملاتا ہے، لیکن وہ فصل کرنے والا بھی ہوتا ہے تو یہ خط واصل بھی ہے، فاصل بھی ہے۔ محیط الگ ہے، مرکز الگ ہے لیکن ان دونوں کا کوئی وجود ایک دوسرے کے بغیر نہیں ہے اور دو کمانیں اگر ملا دی جائیں تو ایک دائرہ بنتا ہے، لیکن اس دائرہ بننے کے بعد ان دونوں کمانوں کا وجود ایک دوسرے میں الگ نہیں ہو سکتا۔ سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے قرب کو "دَنَا فَتَدَلّٰی ۙ فَکَانَ

قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی" دو قوس کا فاصلہ یا اس سے بھی کم [1]۔ اب اس کی تشریح مختلف مفسرین نے کی ہے کہ عرب لوگوں میں ایک قانون تھا کہ جب دو قبائل آپس میں صلح کرتے تھے تو دونوں کے سردار اپنی کمانیں ملا کر ایک تیر اس کمان سے چھوڑ دیتے۔ یہ اس بات کی دلیل ہوتا تھا کہ جو تمہارا دشمن ہے، وہ میرا دشمن ہے؛ جو تمہارا دوست ہے، وہ میرا دوست ہے؛ جس سے تم صلح کرو گے، اُس سے ہم صلح کریں گے؛ جس سے تم دشمنی کرو گے، اُس سے ہم دشمنی کریں گے۔ مفسرین نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ (عزو جل) نے سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو وہ مقام دیا کہ جو سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا دشمن ہے، وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے؛ جس نے اللہ تعالیٰ سے دوستی کی، اُس کے لیے لازم ہے کہ سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے محبت کرے۔ ایسا نہیں ہوسکتا کہ آدمی اللہ کا دوست ہو اور سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے دشمنی کرے۔

---

[1] امام شرف الدین بوصیری رحمۃ اللہ علیہ اپنے قصیدۂ بردہ شریف میں اِس بات کو یوں فرماتے ہیں:

وَبِتَّ تَرْقٰی اِلٰی اَنْ نِّلْتَ مَنْزِلَةً
مِنْ قَابَ قَوْسَیْنِ لَمْ تُدْرَكْ وَلَمْ تُرَمِ

آپ شب میں مدارجِ رفعت طے کرتے کرتے قَابَ قَوْسَیْن کے مرتبے کو پہنچے جو نہ کسی کو ملا اور نہ کسی نے اس کا قصد کیا۔

حجاب اُٹھنے میں لاکھوں پردے ہر ایک پردے میں لاکھوں جلوے
عجب گھڑی تھی کہ وصل و فرقت جنم کے بچھڑے گلے ملے تھے

(حجاب اٹھنے میں لاکھوں پردے) اب تجلّی کے حجاب اٹھتے ہیں بظاہر تو ہم کو نظر آرہا ہے کہ ایک حجاب اٹھا، لیکن اس حجاب اٹھنے کے اندر پھر لاکھوں پردے ہیں۔ (ہر ایک۔۔ جلوے) ہر ایک پردے میں لاکھوں جلوے ہیں۔ احادیث میں آتا ہے کہ رفرف پر جب سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے گئے تو مختلف نور کے دریاؤں سے گزرے۔ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مختلف ستّر ہزار حجاب سے گزرے۔ ہر حجاب میں سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو خوش آمدید کہا گیا اور تمام حجابات کو اٹھا کر سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تجلّیاں دکھائی گئیں۔ نورانی مخلوق نے سرکار کی دست بوسی کی تو اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں (حجاب اٹھنے۔۔۔ وصل و فرقت) بشر کا اس مقام پر پہنچنا ممکن نہیں، کسی بشر کا اللہ تعالیٰ (جَلَّ مَجْدُہٗ) کا دیدار کرنا سوائے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ممکن نہیں۔ اس آنکھ کو یہ طاقت ہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے (دیدار کا جلوہ) کر سکے۔ تو فرقت اور وصل: وصل کہتے ہیں ملنے کو، فرقت کہتے ہیں دور ہونے کو۔ وصل اور فرقت آپس میں نہیں مل سکتے۔ ریل کی جو دو پٹریاں ہیں اگر وہ صحیح بچھائی گئیں تو وہ کبھی ملیں گی نہیں۔ اسی طرح جو متضاد چیزیں ہوتی ہیں وہ کبھی ملتی نہیں ہیں۔ وصل، ملنا اور فرقت

جدا ہونا یہ جب سے پیدا ہوئے ہیں یہ الگ الگ تھے، لیکن یہاں آ کر جو چیزیں ممکن عمومی طور پر نہیں تھیں یہ بھی یہاں ممکن ہو گئیں کہ بندہ اپنے رب کا دیدار کرے (حجاب اٹھنے۔۔۔وصل و فرقت) وصل[ملنا] اور فرقت (الگ ہونا) یہ جنم کے بچھڑے جو ابتدائے خلقت سے الگ الگ ہیں اب یہاں پر گلے مل گئے۔

زبانیں سوکھی دکھا کے موجیں تڑپ رہی تھیں کہ پانی پائیں
بھنور کو یہ ضعفِ تشنگی تھا کہ حلقے آنکھوں میں پڑ گئے تھے

(زبانیں سوکھی۔۔۔پائیں) اس وقت کی کیفیت یہ تھی کہ موجیں خود پیاسی تھیں ان کی زبانیں باہر آئی ہوئی تھیں۔ یہ تخیّلات کی ایک زمین بتا رہے ہیں کہ اس وقت انسان کی عقل وہاں نہیں پہنچ سکتی۔ انسان کی عقل کی جو موجیں ہیں وہ خود پیاسی ہو کر ان کی زبانیں باہر آئی ہوئی تھیں۔ اور بھنور [بھنور کہتے ہیں جو پانی کے اندر چکر گھومتا ہے اور ڈبو کے لے جاتا ہے) تو وہ خود اتنا کمزور ہو گیا کہ ایسا لگتا ہے کہ اس کی آنکھوں میں حلقے پڑ گئے ہیں۔ جب کسی کی آنکھوں میں حلقے پڑتے ہیں تو دائرے بن جاتے ہیں۔

وہی ہے اوّل وہی ہے آخر وہی ہے باطن وہی ہے ظاہر
اُسی کے جلوے اُسی سے ملنے اُسی سے اُس کی طرف گئے تھے

اختتام یہ کر رہے ہیں (وہی اوّل۔۔ظاہر) شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ هُوَ الْاَوَّلُ وَ الْاٰخِرُ وَ الظَّاهِرُ وَ الْبَاطِنُ ۚ وَ هُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ۔ اُس ضمیر کا مرجع اللہ تعالیٰ (عزوجل) کی ذات بھی لی جاسکتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی عطا سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھی اوّل ہیں کہ خِلقت میں سب سے پہلے ہیں[1]۔ آخر اس طرح ہیں کہ بعثت میں سب سے آخر ہیں، ظاہر اس طرح ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا جلوہ (نور) ہر چیز سے عیاں ہے اور باطن میں اس طرح ہیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ہر جگہ جلوہ ہونے کے باوجود آنکھوں سے اوجھل ہیں۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ (وہی ہے اوّل۔۔۔ آخر) اللہ تعالیٰ ہی اوّل ہے اللہ تعالیٰ ہی آخر ہے هُوَ الْاَوَّلُ وَ الْاٰخِرُ وَ الظَّاهِرُ وَ الْبَاطِنُ ۚ وَ هُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ۔ اللہ تعالیٰ کے جلوے تھے اللہ تعالیٰ سے ملنے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی طرف گئے تھے۔ کسی کو اعتراض ہو تو اس کا قرآن شریف نے پہلے ہی رد کر دیا ہے کہ

---

[1] خطبۂ مدارج النبوّۃ۔

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ [پاکی ہے اسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا(کنز الایمان)] [1] کیوں کہ خود نہیں گئے تھے اب لے جانے والا قادر ہے جب لے جانے والا قادر ہے تو تم کو اعتراض کس بات کا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت پر تو کسی کو اعتراض نہیں ہے۔ اگر آپ سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم میں یہ طاقت نہیں مانتے تو لے جانے والی بڑی ذات ہے (وہی ہے اوّل۔۔۔سے ملنے) اسی کے حکم سے (اس کی طرف گئے تھے)۔

کمانِ امکاں کے جھوٹے نقطو تم اوّل آخر کے پھیر میں ہو
محیط کی چال سے تو پوچھو کدھر سے آئے کدھر گئے تھے

(کمانِ امکاں۔۔ نقطو) اب عالمِ امکاں کی بحث ہے کہ یہ ممکن ہے کہ آدمی زمین سے پہلے آسمان میں جائے۔ کرۂ نار یہ ہوتا ہے اس کو کس طرح عبور کرے گا۔ اس کے بعد کششِ ثقل (Gravitational Force) ہے کس طرح آگے جائے گا۔ فلسفیوں کے پاس کافی اعتراضات تھے۔ تو اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ (کمانِ۔۔ نقطو) اے امکان کے سوچنے والو اور

---

[1] جعلتك اوّل النبيين خلقا واٰخرهم بعثاً۔
میں آپ کو پیدا ہونے میں تمام انبیا سے اوّل لایا اور ظاہر ہونے میں سب سے آخر میں۔
(الشفاء، جلدِ اوّل، صفحہ ۲۴۰)

جھوٹے نقطو اور نقطے نکالنے والو، تم اوّل آخر کے پھیر کی بات کر رہے ہو۔ تم سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ادا کو تو کہاں سمجھو گے تو پہلے دائرے کی چال دیکھ کر بتادو کہ اس کی ابتدا کہاں سے ہے، اس کی انتہا کہاں ہے۔ دائرے کی ابتداء نہ تم بتا سکے ہو نہ انتہا بتا سکے ہو۔ اس میں اختلاف پایا کہ دائرے کی ابتداء مرکز ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ دائرے کی ابتداء سب سے زیریں نقطہ ہے، کچھ کہتے ہیں کہ دائرے کی ابتداء سب سے بالائی نقطہ ہے۔ ابھی تم دائرے کی ابتداء بتا نہیں سکے تم سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ادا کا کیا بتاؤ گے۔ دائرے کی چال کو تو پہلے سمجھو (کمانِ امکاں۔۔۔ چال سے) کدھر سے شروع ہوا اور کدھر ختم ہوا۔ (کدھر سے آئے کدھر گئے تھے)۔

اِدھر سے تھیں نذرِ شہ نمازیں اُدھر سے انعامِ خسروی میں
سلام و رحمت کے ہار گندھ کر گلوئے پُر نور میں پڑے تھے

(اِدھر سے تھیں نذرِ شہ نمازیں) سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اللہ تعالٰی کے دربارِ اقدس میں نمازیں پیش کیں، تحیات پیش کیے اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّیِّبَاتُ یہ سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی طرف سے ہے، یہ معراج کا واقعہ ہے تو اللہ تعالٰی کی طرف سے "اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ" سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر سلامتی اور صلاۃ و سلام کے پھول برسائے گئے۔ اعلیٰ حضرت رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اُسی کی

طرف کہتے ہیں (اِدھر سے۔۔۔ نمازیں) سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی طرف سے جو نذر کی گئیں وہ نمازیں تھیں (اُدھر سے انعامِ خسروی میں) بادشاہانہ انعام میں کیا تھا (سلام و رحمت کے ہار گندھ کر) سلام اور رحمت کے ہار گندھ گندھ کر (گلوئے پُر نور) سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے گلے مبارک میں ڈالے جارہے تھے۔

زبان کو انتظارِ گفتن تو گوش کو حسرتِ شنیدن
یہاں جو کہنا تھا کہہ لیا تھا جو بات سننی تھی سن چکے تھے

(فارسی میں گفتن کے معنٰی کہنا اور شنیدن کے معنٰی سننا) اب کیا بات ہوئی، کس طرح بات ہوئی اس کا بتارہے ہیں (زبان کو انتظارِ گفتن) سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی زبانِ مبارک انتظار ہی کرتی رہی کہ میں کچھ کہوں، لیکن بولنے کا موقع ہی نہیں ملا، کیوں کہ جو کچھ بولا گیا اور جو کچھ بتایا گیا وہ زبان کے واسطے اور کان کے واسطے کے بغیر بتایا گیا۔ زبان کو انتظار رہے گا کہ کچھ بولے (تو گوش کو حسرتِ شنیدن) اور کان اس حسرت میں رہے کہ کچھ سنے (یہاں جو کہنا تھا کہہ لیا تھا) (جو بات سننی تھی سن چکے تھے)۔ قرآن شریف میں اس کو "فَاَوْحٰۤی اِلٰی عَبْدِہٖ مَاۤ اَوْحٰی" [(اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی (کنز الایمان)] یہ اس کی تشریح نہیں کی گئی اس کو بند رکھا گیا ہے، تو وہ جانے جس نے وحی کی اور وہ جانے جس پر وحی کی گئی۔ جب اللہ تعالیٰ

خود مخلوق کو بتانا نہیں چاہتا اسی لیے اس کو مبہم کہا گیا تو اب کون جان سکتا ہے جب اللہ تعالیٰ نہ بتانا چاہے۔

وہ برجِ بطحا کا ماہ پارہ بہشت کی سیر کو سدھارا
چمک پہ تھا خلد کا ستارا کہ اس قمر کے قدم گئے تھے

(وہ برجِ بطحا کا ماہ پارہ۔۔سدھارا) اب سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم مکاں لامکانِ سے واپس جنّت کی سیر کو تشریف لا رہے ہیں، اب جنّت کی کیا کیفیت تھی (وہ برجِ بطحا) وہ مکہ شریف کا چاند جب جنت کی سیر کو گیا (چمک۔۔۔۔ستارا) یہ نہیں ہوا کہ سرکار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کو جنت میں جانے سے شرف حاصل ہوا بلکہ جنت کی قسمت کا ستارا اوج پر تھا کہ (اس قمر کے قدم گئے تھے)(وہ برجِ۔۔۔۔تھے)۔

سُرورِ مَقدَم کی روشنی تھی کہ تابشوں سے مہِ عرب کی
جناں کے گلشن تھے جھاڑ فرشی جو پھول تھے سب کنول بنے تھے

سرور = خوشی؛ مقدم = تشریف آوری، میم اور دال پر زبر کے ساتھ
تابش = چمک؛ جھاڑ = ایک قسم کا روشنی بکھیرنے والا فانوس.

اب سرکار اعلیٰ حضرت، سرکارِ ابد قرار احمدِ مختار ﷺ کے جنت میں رونق افروز ہونے کے منظر کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب سرکار ﷺ جنت میں داخل ہوئے تو مدینہ شریف کے چاند کے چہرۂ انور کی تابش وچمک سے جنت کے گلستانوں کا ہر ہر پودا اس کے عکس سے منور ہو کر جگمگا رہا تھا اور ان کے پھول اس قدر چمک رہے تھے کہ گویا ہر پھول ایک مکمل فانوس (شینڈ لیپر) لگ رہا تھا اور اپنی روشنی بکھیر رہا تھا۔

طرب کی نازش کہ ہاں لچکئے ادب وہ بندش کہ ہل نہ سکیے
یہ جوشِ ضدّین تھا کہ پودے کشاکشِ ارّہ کے تلے تھے

(طرب کی نازش کہ ہاں لچکئے) خوشی اس پر ابھار رہی تھی کہ جھومو جب کوئی مہمان آتا ہے، کوئی محبوب آتا ہے تو خوشی کہتی ہے کہ جھومو تو جنت کے پودوں کی کیا کیفیت تھی۔ جنّت کے پودوں کی کیفیت یہ تھی کہ خوشی ان

کو کہہ رہی تھی کہ جھومو، لیکن ادب بندش تھی، ادب باندھ رہا تھا کہ ہلنا مت، ایک جذبہ کہہ رہا ہے کہ جھومو، دوسرا جذبہ کہہ رہا ہے کہ ادب یہ ہے کہ بالکل مت ہلنا تو گویا کہ کسی زمانے میں درختوں کو کاٹنے کے لیے ایک آرا ہوتا تھا، جس کو دو آدمی چلاتے تھے۔ اگر پہلا آدمی چھوڑتا تھا تو دوسرا کھینچتا تھا تو آرا چلتا تھا، جب دوسرا چھوڑتا تھا تو آرا اس طرف جاتا تھا، اسی طرح آرا چلتا تھا، لیکن اگر دونوں طرف زور برابر کا ہو تو وہ ساکت ہوتا ہے۔ یعنی یہ جنت کے پودے جو ساکت کھڑے ہوئے ہیں یہ ایسے نہیں کہ ان کو خوشی نہیں ہوئی، لیکن کیا ہوا ہے کہ ان کو خوشی تو یہ کہہ رہی ہے کہ جھومو لیکن ادب کہہ رہا ہے کہ ہلو نہیں۔ جب دونوں طرف آرے کے برابر طاقت ہو تو آرا رک جاتا ہے تو اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ (طرب کی نازش کہ ہاں لچکیئے، ادب وہ بندش کہ ہل نہ سکیے) یہ دو ضدّین کا جوش تھا (کہ پودے کشاکشِ ارّہ کے تلے تھے) کھینچا کھینچی آرے کی کھینچا کھینچی کے اندر میں تھے۔ ایک جذبہ کہہ رہا تھا جھومو، ایک جذبہ کہہ رہا تھا کہ ہلو مت۔

خدا کی قدرت کہ چاند حق کے کروروں منزل میں جلوہ کرکے
ابھی نہ تاروں کی چھاؤں بدلی کہ نور کے تڑکے آ لیے تھے

اب سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم واپس تشریف لائے جو زنجیر کہ ہل رہی تھی وہ ہل رہی تھی بستر بھی گرم تھا، جو پانی سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے وضو فرمایا تھا، جو بہہ رہا تھا، وہ بہہ رہا تھا۔ اب اس کی کیا وجہ تھی؟ دیکھیں ہم لوگ، ایک مشین ہے فیکٹری میں، مشین چل رہی ہے بجلی چلی گئی، اب کیا ہو گا، وہ مشین وہیں رک جائے گی، جب تک بجلی نہیں آئے گی، وہ چکر نہیں مارے گی۔ سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کائنات کی جان ہیں، بجلی کیا چیز ہے، سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے صدقے میں ہی ساری زندگی ہے ساری حیات جو ہے سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے صدقے میں ہے، جب سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم تشریف لے گئے کائنات کا پورا عمل رک گیا[1]، سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم تشریف لے آئے، زنجیر نے ہلنا شروع کر دیا، بستر کی گرمی باقی رہی، جو پانی بہہ رہا تھا اس نے پھر بہنا شروع کر دیا۔ (خدا کی قدرت کہ۔۔۔کرکے) سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم

---

[1] اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

ہے انھی کے دم قدم سے باغِ عالم میں بہار
وہ نہ تھے عالم نہ تھا وہ نہ ہوں عالم نہیں
وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہاں کی جان ہے تو جہان ہے

کڑوروں منزل میں گئے۔ ایک ایک منزل کے درمیان لاکھوں سالوں کا فاصلہ تھا۔ سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم یہ سب زیارتیں کرکے، سب جگہ تشریف لے جا کر جب واپس (تشریف) لائے۔ (ابھی نہ تاروں کی چھاؤں بدلی) ابھی تاروں کی چھاؤں نہیں بدلی تھی یعنی تاروں کی ایک چمک ہوتی ہے، ایک چمک اور دوسری چمک کے درمیان جو اندھیرا ہوتا ہے یہ بھی بدلہ نہیں تھا۔ (ابھی نہ۔۔۔۔تھے)، سرکار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم دوبارہ دنیا میں تشریف لے آئے۔[1]

[1] ہر چیز از سر نو اپنے مراحل کو طے کرنے لگی، چاند سورج اپنی اپنی منازل پر چلنے لگے، حرارت وبرودت اپنے درجات طے کرنے لگی، جو چیزیں حرکت سے سکون میں آگئی تھیں، مائل بہ حرکت ہونے لگیں، وضو شریف کا پانی بہنے لگا۔ (ملخصاً تفسیر روح المعانی، پارہ 15، صفحہ 12، تفسیر روح البیان، جلد 5، صفحہ 125)

نبیِّ رحمت شفیعِ اُمّت رضاؔ پہ، لِلّٰہ! ہو عنایت
اِسے بھی اُن خلعتوں سے حصّہ جو خاص رحمت کے واں بٹے تھے
ثنائے سرکار ہے وظیفہ قبولِ سرکار ہے تمنّا
نہ شاعری کی ہوس نہ پروا رَوِی تھی کیا کیسے قافیے تھے

شاعری میں ایک صنعت ہے: حُسنِ اختتام۔ حُسنِ اختتام یہ کہ آدمی اپنی نظم کا اس طرح اختتام کرے کہ اس میں کچھ مانگ لے، کچھ طلب کر لے۔ تو اعلیٰ حضرت کہتے ہیں (نبیِّ رحمت شفیعِ اُمّت۔۔۔تھے) جب آدمی کسی مہمان کو بلاتا ہے تو اپنے غلاموں کو اچھے کپڑے پہناتا ہے۔ غلاموں میں لباس بانٹے جاتے ہیں تو سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم معراج پر تشریف لے گئے اس وقت جو خلعتیں بادشاہ اپنے درباریوں کو دیتا ہے وہ کپڑے نہیں کہے جاتے وہ خلعت کہی جاتی ہے تو بادشاہ کے ہاں جب کوئی محبوب یا کوئی مہمان آتا ہے یا بادشاہ کی شادی ہوتی ہے یا اس کے شہزادے کی شادی ہوتی ہے کوئی خوشی کا موقع آتا ہے تو بادشاہ خاص لباس بنا کر سب کو بانٹتا ہے۔ تو (بلا تشبیہ و تمثیل) اللّٰہ کریم ہے آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اس کے محبوب ہیں، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم وہاں تشریف لے گئے تھے تو نبیِّ رحمت، آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تو رحمت والے نبی

ہیں۔ آپ ﷺ امّت کے شفیع ہیں، رضاؔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بھی کچھ عنایت ہو جائے، اسے بھی ان خلعتوں سے کچھ تھوڑا سا حصّہ مل جائے جو خاص رحمت کے وہاں بٹے تھے۔

اب انکساری کر رہے ہیں (ثنائے سرکار ہے وظیفہ) اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کبھی بھی کسی دولت مند کی تعریف کے لیے کوئی شعر نہیں لکھا۔ نوابِ نان پارہ، ریاستِ نان پارہ کا جو نواب تھا اس کی شاید مسند نشینی تھی یا تاج پوشی رکھی تھی تو اس نے اعلیٰ حضرت سے کہا کہ آپ کوئی شعر لکھیں، تو اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کچھ لوگوں نے کہا کہ حضرت کچھ لکھ دیں بہت بڑے نواب ہیں، کچھ نہ کچھ مل جائے گا۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میرا دین پارۂ ناں نہیں، اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکار ﷺ کی نعت شریف لکھی، اس کی تعریف کوئی نہیں لکھی اور اس کے آخر میں انکار بھی کر دیا کہ میرا دین پارۂ ناں یعنی روٹی کا ٹکڑا نہیں ہے۔ یعنی نان پارہ ریاست کا ذکر کیا کہ وہ تو روٹی کا ٹکڑا ہے اس کی کیا قدر ہے۔ (ثنائے۔۔۔ تمنّا) ہمارا مقصد، ہمارا وظیفہ، سرکار ﷺ کی ثنا ہے اور ہماری تمنّا کیا ہے کہ سرکار ﷺ قبول فرمالیں۔ (نہ شاعری کی) نہ شوق تھا، نہ لالچ تھی، نہ اس کی پرواہ تھی کہ وہ شاعری ہو جائے (کیا روی تھی کیا قافیے تھے) نہ کوئی ردیف کا ہم نے خیال کیا نہ قافیوں کا خیال کیا۔ پھر بھی ایسی چیز لکھ دی کہ محسن

کاکوروی نے جب سنا، بولے حضور، میں معذرت خواہ ہوں اس قصیدے کے بعد میں اب کچھ بھی نہیں سنا سکتا۔ محسن کاکوروی کا قصیدہ ہمارے کورس میں یہ کہا جاتا ہے کہ معراجِ نظم کہا جاتا ہے۔ یہ نظم کی معراج ہے لیکن محسن کاکوروی خود جو یہ قصیدہ لے کر آئے، دو شعر سنائے، جب اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قصیدہ سنا، بند کر کے چپ چاپ چلے گئے کہ حضور اب تو گنجائش ہی نہیں رہی کہ حضور اب میں کچھ سناؤں۔